زبان کی نیکیاں

از

مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۂ اسلام

۱۷۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ

دوسرا ایڈیشن

۱۴۱۸ھ — ۱۹۹۷ء

کتابت : محمد ابراھیم، ڈھاکہ
طباعت :
قیمت :

مکتبۂ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۹	مقدمہ — مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۱
۱۳	زبان	۲
۱۴	زبان بڑے کام کی چیز ہے	۳
۱۶	بے سوچے سمجھے کوئی بات نہیں کہنا چاہیے	۴
۱۹	اللہ کو یاد کرنا	۵
۱۹	اللہ کی یاد	۶
۲۱	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی	۷
۲۲	کونسا ذکر افضل ہے ؟	۸
۲۳	سبحان اللہ وبحمدہ	۹
۲۴	لاالہ الا اللہ کی فضیلت	۱۰
۲۵	کلمۂ توحید	۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱۲	لاحول ولاقوۃ الا باللہ	۲۶
۱۳	اسماءِ حُسنیٰ	۲۶
۱۴	ایک اکسیر عمل	۲۷
۱۵	تسبیحات فاطمہ	۲۸
۱۶	اللہ کا نام	۳۰
۱۷	قرآن شریف کی تلاوت	۳۶
۱۸	کیف وسرور	۳۷
۱۹	ایک پروانۂ ہدایت ایک نسخۂ شفا	۳۷
۲۰	قرآن مجید کے آداب	۳۹
۲۱	خوش الحانی یا گانا	۴۱
۲۲	سب سے اچھے اور مبارک انسان	۴۲
۲۳	تلاوت کا اجر وثواب	۴۳
۲۴	قرآن قیامت میں شفیع ہوگا	۴۴
۲۵	قرآن مجید کا حق	۴۴
۲۶	قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھنا	۴۵
۲۷	دنیا میں نور آخرت میں ذخیرہ	۴۵
۲۸	رحمت وسکینت	۴۶
۲۹	حفظ قرآن اور قیام رمضان	۴۶

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۰	قرآن شریف کی خاص خاص سورتیں	۴۷
۳۱	سورتوں کی چند مخصوص آیات	۴۸
۳۲	حمد و شکر	۵۰
۳۳	قرآن مجید میں حمد و شکر کا ذکر	۵۱
۳۴	حمد و شکر کا حکم	۵۱
۳۵	حمد و شکر کے کلمات	۵۳
۳۶	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعائے شکر	۵۵
۳۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر	۵۶
۳۸	جب کوئی نعمت ملے	۵۷
۳۹	جب سونے سے بیدار ہو	۵۸
۴۰	جب نیا کپڑا پہنے	۵۸
۴۱	جب سواری پر بیٹھے	۵۹
۴۲	کھانے کے بعد	۵۹
۴۳	جب چھینک آئے	۶۰
۴۴	جب کسی کو مصیبت میں دیکھے	۶۰
۴۵	دعا اور مناجات	۶۲
۴۶	مقبول دعا	۶۲
۴۷	اللہ ورسولؐ کا ہم پر احسان	۶۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۴۸	آداب دعا	۶۶
۴۹	کن دعاؤں سے بچنا چاہیے	۶۷
۵۰	دعا کرنے کے خصوصی اوقات	۶۷
۵۱	کن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں	۶۸
۵۲	دعا کی قبولیت کی صورت	۶۸
۵۳	انسان کی کیا ضروریات ہیں اور کن چیزوں کی دعا مانگنی چاہیے	۷۰
۵۴	پناہ کے قابل چیزیں	۷۱
۵۵	خصوصی اوقات کی دعائیں	۷۲
۵۶	اپنی زبان میں دعا کرنا	۷۲
۵۷	مناجات	۷۳
۵۸	توبہ واستغفار	۷۴
۵۹	اپنے لیے استغفار	۷۶
۶۰	عام مسلمانوں کے لیے استغفار	۷۶
۶۱	مرنے والوں کے لیے استغفار	۷۸
۶۲	والدین کا حق، دعائے مغفرت	۷۹
۶۳	استغفار کے کلمات	۷۹
۶۴	توبہ واستغفار سے اللہ کو خوشی	۸۲
	درود و سلام	۸۵
۶۵	ایک کے بدلہ دس	۸۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ

۶۶	جنّت میں قربت	۸۸
۶۷	ظلم و جفا	۸۹
۶۸	بخیل کون ہے ؟	۸۹
۶۹	سب سے بہتر درود	۸۹
۷۰	حضورؐ تک درود کیسے پہنچتا ہے	۹۰
۷۱	درود شریف سے شفاعت	۹۰
۷۲	صدقہ کی جگہ درود شریف	۹۱
۷۳	درود شریف کے اوقات	۹۱
۷۴	ایک واقعہ	۹۲
۷۵	سلام کرنا	۹۴
۷۶	سلام کے الفاظ	۹۵
۷۷	سلام کا اجر و ثواب	۹۶
۷۸	سلام کی ابتدا کرنے والا	۹۷
۷۹	آتے جاتے سلام	۹۷
۸۰	سلام کا حکم	۹۸
۸۱	اسلام کی بہتر بات	۹۸
۸۲	سلام سے محبت، اور محبت سے ایمان	۹۹
۸۳	کون کس کو سلام کرے ؟	۱۰۰
۸۴	ایک کا سلام کافی ہے یا سب کا سلام کرنا ضروری ہے ؟	۱۰۱
۸۵	سلام کرنے کا موقع کیا ہے کیا نہیں ؟	۱۰۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
٨٦	سلام سے برکت	١٠٢
٨٧	مسلمان اور غیر مسلم کا فرق کیا ہے ؟	١٠٢
٨٨	کسی کا سلام پہنچایا جائے تو کیا کہنا چاہیے ؟	١٠٣
٨٩	حضرت ابن عمرؓ کا شوق سلام	١٠٤
٩٠	اچھی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا	١٠٦
٩١	دعوت کے آداب	١٠٧
٩٢	نرمی وخاکساری	١١١
٩٣	سچ بولنا	١١٣
٩٤	سچ اطمینان ہے	١١٦
٩٥	سچ میں بڑی برکت ہے	١١٧
٩٦	تجارت کو عبادت بنائیے۔	١١٧
٩٧	سچ بولنا ایک نعمت	١١٩
٩٨	گفتگو اور تقریر	١٢١
٩٩	سنجیدہ بات	١٢٢
١٠٠	اچھے نام سے پکارنا	١٢٣
١٠١	اچھی بات	١٢٤
١٠٢	انداز گفتگو	١٢٥
١٠٣	مزاح	١٢٦
١٠٤	تقریر و خطابت	١٢٧

مقدمہ

زبان خوبیوں کے راستہ پر

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی

انسان کی زبان اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، یہی وہ عضو انسانی ہے جو اس کو دنیا کی تمام مخلوقات پر فائق ثابت کرتا ہے ورنہ آدمی کتنا ہی قابل ہو، اعلیٰ استعداد رکھتا ہو لیکن اپنی استعداد و قابلیت کا اظہار کرنے سے قاصر ہو تو اس کی قابلیت و استعداد کا علم کس کو ہوگا اور کون اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

زبان کا وسیلہ اگر نہ ہو تو ماں باپ، بیٹے کو، بھائی بھائی کو، دوست دوست کو، اپنی محبت و ہمدردی کا کیسے یقین دلائیں، اور اپنے جذبات محبت کو کیسے ظاہر کریں، کوئی کسی کی مسرت پر اپنی مسرت کا کیسے اظہار کرے، کسی کے غم میں ہمدردی کیسے ظاہر کرے، کسی کی پریشانی میں تسکین کیسے دے، دلوں پر فکر و تشویش یا لطف و راحت کے جو حالات گذرتے ہوں ان سے اپنی دلچسپی و یکجہتی کیسے باور کرائے۔

اگر زبان نہ ہو تو یہ انسانی کنبہ ایک مشینی ساخت کا کنبہ بن کر رہ جائے جو صرف ظاہری یکسانی اور شکلی قرب کی بنیاد ہی پر یکجہتی رکھ سکتا ہے جذباتی ہم آہنگی اور لطیف و وسیع یگانگت نہیں پیدا کر سکتا۔

زبان، تبادلۂ خیال، اظہار جذبات، دلداری و تسکین، ہمت افزائی و تقویت قلب، سرزنش و فہمائش، اور نہ معلوم کتنے مفید کاموں کو انجام دیتی ہے جو کسی دوسرے ذریعہ سے انجام نہیں دیے جا سکتے، اور یہ کام وہ ہیں جن سے انسانی کنبہ نہ صرف ایک مربوط نظام پاتا ہے بلکہ انفرادی معاملات میں بھی بڑی قوت اور خوبی کا حامل بنتا ہے۔

زبان صرف دنیاوی معاملات اور ضروریات ہی کو انجام نہیں دیتی، بلکہ وہ اپنے مالک کو راضی رکھنے اور اس کی بندگی کا بہتر سے بہتر طریقہ سے اظہار کرنے کا بھی بڑا ذریعہ بنتی ہے اور انسان کی طرف سے اپنے مالک و پروردگار کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے اور اس کی ناراضی دور کرنے کے لیے مفید سے مفید تر طریقہ سے اپنی گذارش پیش کرنے کا بھی ذریعہ بنتی ہے، عبادات میں دوسرے اعضاء انسانی کے مقابلہ میں بھی اس کا کام خاصا اہم اور عظیم ہے۔

انسان کے جسم میں سب سے زیادہ رہنما اور سردار عضو اس کا دل ہے، جس کی حکومت جسم کے ہر عضو پر ہوتی ہے، حتیٰ کہ عقل انسانی جو انسان کو تمام مخلوقات پر فائق بناتی ہے وہ بھی دل کے احکامات سے سرتابی نہیں کرتی، اس کے حکموں کو مانتی ہے، یہ دل اپنے اکثر کاموں میں زبان کو استعمال کرتا ہے،

اور اپنی پسند و ناپسند کو معرض وجود میں لانے کا اس کو بڑا ذریعہ بناتا ہے چنانچہ دل اچھا ہوتا ہے تو زبان اچھی ہوتی ہے، دل بُرا ہوتا ہے تو زبان بُری ہوتی ہے، دل ناراض ہوتا ہے، زبان ناراض ہوتی ہے، دل خوش ہوتا ہے زبان خوش ہوتی ہے۔

دل کا عمل زبان سے ظاہر ہوتا ہے اور زبان سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ مومن کی زبان اور ہے، کافر کی زبان اور، مخلص کی زبان اور ہے مخالف کی زبان اور۔

اللہ تعالیٰ نے زبان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ دل کا صحیح آئینہ بنتی ہے، اور اس کو ایسا ہونا بھی چاہیے، زبان سے دل کو سمجھا جا سکتا ہے، اور دل سے انسان کو سمجھا جا سکتا ہے، زبان کی درستگی اور خوبی دل کی خوبی کی علامت بنتی ہے اور اس کی خرابی دل کی خرابی کی علامت بنتی ہے۔

تمدنی زندگی میں زبان کو بہت استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی افادیت کے پیش نظر انسان اس سے بکثرت دُہرے کام لیتا ہے۔ تمدن میں خود غرضی اور نفاق کے رواج پا جانے سے زبان کا استعمال بھی بہت سے نامناسب اور غلط کاموں میں کیا جاتا ہے، اگرچہ غلط کاموں میں زبان کا استعمال غیر متمدن معاشرہ میں کیا جاتا رہا ہے، لیکن غیر متمدن معاشرہ کے مقابلہ میں متمدن معاشرہ میں یہ خرابی بیش از بیش ہوتی ہے، بہر حال یہ خرابی جہاں بھی ہو بڑی خرابی ہے، اور اپنے پروردگار کی اس عظیم نعمت کا بہت غلط اور باغیانہ استعمال ہے اور اس سے بچنے کی بڑی ضرورت ہے۔

زبان کو صحیح راستہ پہ چلانے اور اس سے اچھے اور بھلے کام لینے کی فکر بہت ضروری ہے، تاکہ خدا کی اس عظیم نعمت کی قدردانی ہو اور انسانی معاشرہ کو اپنے اچھے مقاصد کے حصول میں اس عظیم ذریعہ انسانی سے پوری مدد ملے اور وہ اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر اور اس کی بندگی کے فرائض کی ادائیگی کا ذریعہ بھی ہے۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ نے زبان کو خوبیوں کے راستہ پر چلانے اور خوبی کے کام اس سے انجام دلانے کی طرف "رضوان" میں اپنے ایک سلسلۂ مضامین کے ذریعہ توجہ دلائی تھی۔ یہ مضامین بڑے مفید اور موثر تھے، ان کو افادۂ عام کے لیے ایک مجموعہ کی شکل خود انہوں نے ہی اپنی زندگی میں دیدی تھی، ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ عزیزی مولوی سید محمد حمزہ حسنی ندوی اس کو شائع کرنے کی طرف توجہ دے رہے ہیں[1]۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس کو قبول فرمائے گا، اور تمام قارئین کے لیے نافع بنائے گا نیز مرحوم مصنف کے لیے اس کو صدقۂ جاریہ بنائے گا، اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا ہے اور وہ بہت رحیم و کریم ہے۔

[1] الحمدللہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی
دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبان

اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی میں کسی عضو کو بے کار نہیں بنایا۔ ہر ایک کے سپرد ایک کام رکھا ہے جس طرح کسی مشین میں کوئی پرزہ بے کار نہیں ہوتا، اس کا کچھ نہ کچھ کام ہوتا ہے، اس کی خرابی سے پوری مشین پر اثر پڑتا ہے اسی طرح جسم انسانی ایک مشین ہے سر سے لے کر پیر تک ہر عضو اس مشین کا پرزہ ہے اور کارآمد۔ اور جسم انسانی کے لیے ضروری ہے۔ اس کی ذراسی خرابی سے پورے جسم پر اثر پڑتا ہے ظاہری طور پر بھی، اور باطنی طور پر بھی۔ اس وقت ہم اس کی دینی، باطنی اور روحانی حیثیت کو پیش نظر رکھ کر کچھ عرض کریں گے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو صرف کھانے کمانے اور من مانی زندگی گذارنے کے لیے پیدا نہیں کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذاریٰت ع)

اور میں نے جن وانسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے جسم کے سارے اعضا سے وہ کام لیں جس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی ہو اور ان کاموں سے بچائیں جن کے کرنے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

جسم انسانی میں چند اعضا کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان میں آنکھ، کان، زبان، دل اور دماغ ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل ۴) — بے شک کان، آنکھ اور دل ان سبھی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

زبان بڑے کام کی چیز ہے

زبان دیکھنے میں ایک مختصر سی چیز ہے لیکن کام کے لحاظ سے ایک بڑی چیز ہے وہ جسم انسانی کا ایک نہایت اہم عنصر ہے، مادی لحاظ سے دیکھیے تو دنیا کا لطف بھی اسی سے ہے، کھانے کا انحصار اس پر ہے، زبان کا ذائقہ مشہور ہے اگر زبان نہیں تو کسی چیز کا مزہ اور کسی کھانے کی لذت معلوم نہیں ہوتی، کلام کی شیرینی، الفاظ کی حلاوت، زبان زد، خاص و عام ہے، فلاں شخص بڑا شیریں کلام ہے، فلاں شخص بڑا بدزبان ہے۔ یہ سب الفاظ عام طور سے بولے جاتے ہیں۔ اس کا زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے، اسی لیے ایمان لانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خدا کی توحید اور رسالت پر ایمان لائے، یعنی دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے، اقرار باللسان کیے بغیر ایمان قبول نہیں ہوتا، اسی سے زبان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سے بڑے بڑے فتنے برپا ہو جاتے ہیں اور بڑے سے بڑے فتنے کا

سدباب بھی ہو جاتا ہے۔ ایک بول سے دوست دشمن بھی بن جاتا ہے اور جانی دشمن دوست بھی ہو جاتا ہے، خدا نے اس چھوٹی سی زبان کو بڑی طاقت بخشی ہے، اس لیے اس کا صحیح طور پر استعمال کرنا دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ہر صبح کو انسان کے تمام اعضا زبان کے آگے عاجزی کرتے ہیں کہتے ہیں، خدا کے لیے ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر۔ اگر تو سیدھی ہے تو ہم بھی سیدھے ہیں، اگر تو ٹیڑھی ہے تو ہم بھی ٹیڑھے رہیں گے"

(ترمذی)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے دین کی بہت سی باتوں کا ذکر فرمایا، ان باتوں میں نماز کا پڑھنا، شرک سے بچنا، زکوٰۃ کا دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا، صدقہ کرنا، تہجد کا ادا کرنا شامل تھا، ان سب باتوں کے فرمانے کے بعد فرمایا:

"میں تم کو دین کا سر اور اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی بتلاؤں۔"

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیے، آپؐ نے فرمایا:

"دین کا سر اسلام ہے کہ بغیر اسلام کے دین کا وجود نہیں، جس طرح بغیر سر کے بدن بے کار ہے اور اس کا ستون نماز ہے، اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔"

پھر فرمایا "کیا میں تم کو ان کی جڑ نہ بتاؤں"۔ میں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ ضرور فرمائیے،

آپؐ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا "اس کو روکو"۔

میں نے عرض کیا، "یارسولؐ اللہ کیا ہماری گفتگو کا بھی ہم پر مواخذہ ہوگا" فرمایا:

"معاذؓ، تعجب ہے تم اتنی بات نہیں سمجھتے۔ لوگوں کو منہ یا ناک کے بل جہنم میں گرانے والی چیز زبان نہیں تو اور کیا ہے"۔

بے سوچے سمجھے کوئی بات نہیں کہنا چاہیے

حضورؐ کے ان پاک ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان اعضائے انسانی میں بڑی قوت وتاثیر رکھتی ہے اور اس کی ذراسی لغزش سے دنیا وآخرت میں بڑا وبال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت بڑی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے اور اس کا نگراں مقرر فرمایا ہے کہ ایک ایک لفظ محفوظ ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ (سورۃ قٓ ع) — انسان زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے لیے ایک نگراں تیار ہے۔

ہمارے لیے ضروری ہے کہ جو لفظ زبان سے نکالیں خوب سوچ سمجھ کر نکالیں، بات کہیں تو سچی اور اچھی کہیں ورنہ خاموش رہنا بہتر ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ بات کہے تو بہتر کہے ورنہ خاموش رہے۔" (بخاری و مسلم)

ہمارا ایک بڑا فرض یہ ہے کہ بہت سی باتیں ہم بے سوچے سمجھے کہہ جاتے ہیں اور اس کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ ہم کو کہاں لے جا رہا ہے اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا بعض دفعہ ایک مختصر سا کلمہ کہنے والے کو جنت پہنچا دیتا ہے اور بعض دفعہ جہنم کی راہ دکھا دیتا ہے اور کہنے والے کو اپنے اس انجام کی خبر تک نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

"بندہ بعض دفعہ ایسی بات بول جاتا ہے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو جاتی ہے مگر اس کی اہمیت نہیں معلوم ہوتی، اس بات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے درجوں کو بلند کر دیتا ہے اور کوئی بندہ ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ جس کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کا غصہ نازل ہوتا ہے اس کو کچھ خبر نہیں، کوئی کھٹکا نہیں کہ اس کے سبب سے وہ آگ میں جا رہا ہے۔"

(بخاری)

جب ایک کلمہ انسان کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتا ہے تو جن لوگوں کو بہت زیادہ بولنے کا مرض ہے ان کا کیا حال بنتا ہوگا۔ اس لیے بسیار گوئی سے بچنا سب زیادہ ضروری ہے۔ بسیار گوئی بڑے فتنوں اور فسادوں کا دروازہ کھولتی ہے اور اس کا خمیازہ بعض دفعہ دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے اور آخرت میں تو لازمی بھگتنا ہوگا۔

"تم اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات نہ کیا کرو، زیادہ بولنا دل کو

سخت کر دیتا ہے اور سخت دل آدمی اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے۔"

(ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے اس زبان میں بہت سی خوبیاں رکھی ہیں اور بہت سے عیوب، ہر خوبی اور عیب کی نشاندہی قرآن شریف اور حدیث پاک میں کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی ہدایات دی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ لکھنے والے اور پڑھنے والوں کو اپنی مرضیات پر چلائے اور زبان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اللہ کو یاد کرنا

اللہ کی یاد

اللہ تعالیٰ ہی نے ہم انسانوں کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) اپنی بیشمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان نعمتوں میں ایک بڑی اور قابل قدر نعمت زبان ہے اس عظیم نعمت کا سب سے بڑا شکریہ اور قدر' یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے کہ وہی اس کا بنانے والا اور اس میں طاقت گویائی بخشنے والا ہے، اگر زبان سے خدا کا نام نہ لیا جائے، اس کی یاد اور ذکر سے اس کو شاد نہ کیا جائے تو یہ اس کی سب سے بڑی ناقدری ہے۔ اس لیے زبان کی سب سے بڑی خوبی اللہ کی یاد اور اس کا نام لینا ہے۔

قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں، بے شمار جگہ اس کی تاکید اور اس کے فضائل بیان کیے گئے ہیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۙ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً	اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

وَاَصِيْلًا ٥ (الاحزاب ع٦)

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ	اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم
تُفْلِحُوْنَ ٥ (الجمعة ع٢)	کامیابی حاصل کرو (جمعہ ع۲)

ایک جگہ ذکر کرنے والوں کی اس طرح تعریف کی گئی ہے :

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ	اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد
الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ	اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے لیے
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ٥	بندوں اور بندیوں کے لیے بخشش اور
(الاحزاب ع ٥)	بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَ	میرے بندو! تم مجھے یاد کرو، میں تم کو
اشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ٥	یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری
(البقرة ع ١٨)	مت کرو۔
وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط	اور البتہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے
(العنكبوت ع ٥)	بڑا ہے۔
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا	کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو
وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء ع ١٥)	یاد کرو۔

اللہ کی یاد زبان کا وہ عظیم تحفہ ہے جس کے برابر کوئی تحفہ نہیں، یہ وہ مبارک کام ہے جس کے کرنے سے آدمی اللہ کو محبوب ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت عطا فرماتا ہے اور وہ اللہ والا بن جاتا ہے، اللہ کی یاد

دلوں کی غذا اور زندگی ہے، اللہ کی یاد دلوں کی آبادی ہے، اللہ کی یاد ایک ڈھال ہے جو دلوں کو گناہوں اور ناپاکیوں سے بچاتی ہے، اللہ کی یاد ایک ایسی روشنی ہے جو دلوں کی تاریکیوں کو دور اور اس کو نور سے معمور کرتی ہے، اس کے بغیر دل مردہ اور ویران اور گناہوں اور بے شمار خرابیوں کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ بعض مشائخ اور اکابر کا قول ہے کہ دلوں کو نورانی بنانے اور برے اوصاف سے اوصافِ حمیدہ میں بدلنے میں سارے طاعات وعبادات سے زیادہ مؤثر اللہ کا ذکر ہے۔

وہ فرماتے ہیں:

"ذکر کا عمل دلوں کو صاف کرنے میں بالکل ایسا ہے جیسا کہ تانبے کو صاف کرنے اور مانجھنے میں بالو اور باقی دوسری عبادات کا عمل دلوں کی صفائی میں ویسا ہے جیسا کہ تانبے کو صاف کرنے میں صابون۔"

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اس وقت اپنے اس بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔" (بخاری)

خدا کے ساتھ ہونے کا مطلب یہاں یہ ہے کہ اللہ کی رضا اور اس کی

طرف سے قبولیت اس بندے کو حاصل ہو جاتی ہے ورنہ خدا تو ہر وقت ساتھ ہوتا ہے وہ کسی سے دور نہیں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جب بھی اللہ کے بندے بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔" (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ اس سے دل میں قساوت (سختی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ سے زیادہ دور ہے جس کے قلب میں قساوت ہو۔" (بخاری)

کون سا ذکر افضل ہے

اوپر کی سطور سے ذکر کی فضیلت بخوبی معلوم ہو چکی ہے کہ انسانی زندگی میں دل کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے اللہ کی یاد سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں، اصل میں تو دل سے یاد کرنا ہی ضروری ہے، لیکن دل

سے یاد کرنے کا انحصار زبان سے ذکر الٰہی پر ہے اور زبان پر یاد الٰہی کا بڑا حق ہے، ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اللہ کو یاد فرمایا کرتے تھے، اور ایسے کلمات بھی ارشاد فرمائے ہیں جو یاد الٰہی میں بڑی تاثیر رکھتے ہیں، وہ کلمات ذکر حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے بھی ہیں اور دوسروں کو ان کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام کلموں میں افضل چار کلمے بڑی فضیلت رکھتے ہیں : سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

(مسلم)

دوسری جگہ ارشاد ہے :

"ان ساری چیزوں سے جن پر سورج طلوع ہوا، مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہوں۔

(مسلم)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"جس نے روزانہ سو دفعہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے قصور معاف کر دیے جائیں گے۔ اگرچہ کثرت میں سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔" (بخاری و مسلم)

یہ دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ اس کلمہ سے ہر طرح کے گناہ معاف ہو جاتے

ہیں، دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کلمات کی کثرت سے وہ گناہ معاف ہوتے ہیں جو کبیرہ نہ ہوں۔ کبیرہ گناہ صرف توبہ اور استغفار سے معاف ہوتے ہیں۔

حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ کلاموں میں کون سا کلام افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"وہ کلام جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لیے منتخب کیا ہے یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ۔" (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دو کلمے زبان پر ہلکے پھلکے اور میزان عمل میں بہت بھاری اور خداوند قدوس کو بہت پیارے ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔" (بخاری و مسلم)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی فضیلت

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمہ طیبہ کا پہلا جز ہے۔ اس مبارک کلمہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"جو بندہ دل کے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل جائیں گے، یہاں تک کہ وہ کلمہ عرشِ الٰہی تک پہونچے گا بشرطیکہ وہ آدمی کبیرہ گناہ سے بچتا رہے۔" (ترمذی)

کلمۂ توحید

کلمۂ توحید کے پڑھنے اور اس کے ورد رکھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جس نے سو دفعہ

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ، لَـهُ الْمُلْكُ وَ لَـهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ٥	نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کے لیے ہر قسم کی ستائش ہے، اور ہر چیز پر وہ قادر ہے۔

کہے تو وہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب کا مستحق ہوگا اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی سو غلط کاریاں محو کر دی جائیں گی اور یہ عمل اس کے لیے اس دن شام تک شیطان کے حملے سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا۔ اور کسی آدمی کا عمل اس کے عمل سے

افضل نہ ہوگا، سوائے اس آدمی کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔" (بخاری و مسلم)

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ

یہ کلمہ ایسا ہے جو عام طور پر زبان زد خاص و عام ہے۔ مختلف موقعوں پر اس کو پڑھا جاتا ہے، حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی فضیلت میں حضورؐ نے مجھ سے فرمایا:

"میں تمہیں وہ کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ:

"ہاں ضرور بتائیں"، آپؐ نے فرمایا:

"لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہِ" (بخاری و مسلم)

اسمائے حسنیٰ

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ اسماء صفات بیان کیے گئے ہیں، اور ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسماء الٰہی کو یہ فرماتے ہوئے گنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں جو ان کو پڑھے گا وہ جنت میں جائے گا۔

یہ اسمائے گرامی عام طور پر کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان اسمائے گرامی کے پڑھنے کے بعد دعا کرنا قبولیت کی نشانی ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے ذکر کی، حدیثوں میں بڑی فضیلت آئی ہے، ان حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال میں افضل ذکر ہے، ذکر کرنے والا زندہ ہے مردہ نہیں، ذکر کرنے والوں کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت نازل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر فخر کرتا ہے، عذاب قبر سے حفاظت ہوتی ہے، اللہ کو یاد کرنے والے قیامت میں نور کے منبروں پر ہوں گے ذکر کے حلقے جنت کے باغ ہیں، یاد الٰہی کرنے والا عرش کے سایہ میں ہوگا۔ ذکر کرنے والے عقل مند ہوتے ہیں۔

ایک اکسیر عمل

آخر میں مختصراً دو واقعے ذکر کیے جاتے ہیں :

۱۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء و مہاجرین حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ مالدار بلند درجے لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں؟ وہ لوگ بولے، نماز روزے میں وہ لوگ ہمارے شریک ہیں، لیکن مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقے کرتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں، اور ہم یہ کام نہیں کر سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمھیں ایسی چیز بتاتا ہوں جس پر عمل کر کے اپنے پہلوں سے اور بعد میں آنے والوں سے بڑھ جاؤ۔ اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک نہ بڑھے گا جب تک وہ یہی عمل نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، ضرور بتائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔"

ان حضرات نے شروع کر دیا۔ جب مالداروں کو معلوم ہوا تو انھوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا۔ فقراء دوبارہ حاضر ہوئے، اور عرض کیا، یا رسول اللہ ہمارے مالدار بھائی بھی یہی پڑھنے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے، جس کو چاہے عطا فرمائے۔

تسبیحات فاطمہ

دوسرا واقعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ وہ گھر کا کام کرتی تھیں خود چکی پیستی تھیں، اس سے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے، اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں، خود ہی جھاڑو دیتی تھیں، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، تم اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تاکہ سہولت رہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں، دیکھا کہ مجمع لگا ہوا ہے، اس لیے واپس آگئیں۔ دوسرے دن حضورؐ خود تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو گئی تھیں، حضرت فاطمہؓ تو شرم کی وجہ سے چپ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضورؐ! چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرتے بھرتے سینہ پر داغ پڑ گئے، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہو گئے، کل آپؐ کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے تھے، میں نے ان کو

بھیجا تھا کہ کوئی غلام مانگ لاؤ، تاکہ کاموں میں آسانی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — فاطمہؓ! اللہ سے ڈرتی رہو، اور اس کے فرائض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کو چلاتی رہو، اور جب سونے کے لیے لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے بہتر ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر راضی ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے، ازواج مطہراتؓ سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو یہ تسبیحات پڑھ لیا کریں۔

ذکر الٰہی سے تو آخرت میں اجر و ثواب ملے گا ہی، اس دنیا میں بھی اس کے بڑے فوائد ہیں، سب سے بڑا فائدہ دل کا چین ہے اور قرار۔ جس کی ہر آدمی کو ضرورت ہے اور اس وقت یہ مفقود ہے۔ ہر شخص پریشان، بے چین اور بے کل نظر آتا ہے اور زندگی تنگ معلوم ہوتی ہے اس کا کیمیا اثر نسخہ یاد الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اس کی توفیق دے اور آپ کو بھی۔

اللہ کا نام

زبان کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کا مبارک نام لے، جو لذّت وحلاوت اللہ کا نام لینے میں ہے وہ کسی میں نہیں، خصوصًا لفظ اللہ ایسا پیارا اور روح پرور ہے جس کے کیف وسرور کو وہی جانتا ہے، جس کی زبان پر یہ مبارک لفظ چڑھا ہوا ہوتا ہے، ہر غم کا مداوا، ہر کلفت کی راحت، ہر مرض کی دوا، لفظ اللہ میں پوشیدہ ہے مسلمان کی زندگی کے ہر نشیب وفراز میں یہ مبارک لفظ سرایت کیا ہوا ہے، اس کے بغیر کسی مسلمان کی زندگی گذر ہی نہیں سکتی ہے۔ مسلمان گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے، اس وقت سے لے کر زندگی کے آخر لمحہ تک بلکہ مرنے کے بعد تدفین تک اور تدفین کے بعد اس کے ایصال ثواب، اس کے مغفرت کے کلمات کے ادا کرنے میں اس کے بغیر چارہ نہیں۔

جو لوگ اس مبارک لفظ کے ادا کرنے سے محروم ہیں، یا اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں، ان کی زندگی بے کیف اور گوناگوں پریشانیوں اور

الجھنوں میں گرفتار رہتی ہے۔

اسلام نے ہم کو اس نام کی دولت عطا کی ہے۔ اگر اسلام ہم کو یہ نہ دیتا تو ہم بھی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے اور ایک ایسے عذاب میں مبتلا رہتے جو زندگی سے موت تک ہم پر مسلط رہتا۔

ہم خدا فراموشی کے عذاب میں مبتلا رہتے، ہم محسن کشی کے عذاب میں گرفتار رہتے، ہم سخت دلی کی آفت میں گرفتار رہتے اور ان کے علاوہ نہ جانے کن کن مصیبتوں کے جال میں پھنسے ہوتے اور عذاب پر عذاب یہ ہے کہ اپنے کو آزاد جانتے۔

اب آئیے، اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو محسن انسانیت تھے، ہم کو اس مبارک نام سے کس کس طرح سے روشناس فرمایا، اور ہماری زبان کو اس کا کیسا عادی بنایا۔

ہم کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کلمات تلقین فرمائے ہیں کہ اگر ہم ان کا ان کے موقعوں پر ورد رکھیں تو ہر وقت اللہ کا مبارک لفظ، ہماری زبان سے ادا ہو اور ہماری پوری زندگی راحت و آرام، سکون و طمانیت، کیف و سرور اور عشق و مستی سے سرشار رہے اور ہماری زندگی بھی لطف و راحت سے بھرپور رہے، اور ہماری موت بھی سکون و طمانیت کا نشانہ کار ہو۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے کانوں میں اذان و اقامت کہی جاتی ہے، اس کے کان اللہ کے لفظ سے کئی بار ایک مجلس میں روشناس ہوتے ہیں۔ ہر اذان میں گیارہ مرتبہ اللہ کا نام آتا ہے۔ اسی طرح اقامت میں

۲۔ اسی طرح انتقال کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین کی جاتی ہے۔ پاس بیٹھنے والا اس کلمہ کو پڑھتا ہے اور خدا مرنے والے کو توفیق دیتا ہے کہ وہ دنیا سے جاتے جاتے اس مبارک کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرے، جسے ادا کرنے سے شیطان کو جو مرنے والے کا حسن خاتمہ دیکھنا نہیں چاہتا، محرومی و نامرادی حاصل ہوتی ہے اور مرنے والا ایمان کی حالت میں جاتا ہے۔

۳۔ مرنے کے بعد نماز جنازہ میں سارے نمازی جنازہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں، اور اللہ کا نام بے شمار بار لیا جاتا ہے۔ امام زور سے اللہ اکبر کہتا ہے، مردہ اگرچہ زندگی کی ساری چیزوں سے محروم رہتا ہے، سماعت وگویائی، حرکت وبصارت، ہر اک سے محروم ہو جاتا ہے، لیکن ان کلمات کا اس پر جو اثر مرتب ہوتا ہے، وہ خدا ہی کو معلوم ہے۔

۴۔ قبر میں رکھتے ہوئے بھی لوگ اللہ کا نام لیتے ہیں، اور اس کو سپرد خاک کرتے ہیں، مٹی دینے کے بعد فاتحہ یا ایصال ثواب کی شکل میں بغیر اللہ کے لفظ کے چارہ نہیں، زیادہ سے زیادہ لوگ اللہ کا نام لیتے ہیں۔

یہ تو پیدائش و موت کے وقت کا حال ہے جو دوسرے لوگ اللہ کا نام لے کر اس عاجز و مسکین اور مجبور و بے کس پر اللہ کے مبارک نام کے ذریعہ رحمت و رافت کی بارش کرتے ہیں۔ لیکن خود اس کی زبان کو نور و سرور بخشنے کا ذریعہ دعائیں اور کلمات ہیں، جن کی تلقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور جن سے ہمہ وقت ایک مسلمان کو واسطہ پڑتا ہے۔ اب ذرا ان پر نظر کیجیے۔

۵۔ ہر مسلمان لڑکے کی بسم اللہ، اللہ کے نام سے ہوتی ہے۔ وہ قرآن شریف پڑھتا ہے تو بار بار اللہ کا نام زبان پر آتا ہے۔

۶۔ اس کو اذان و نماز کی تلقین کی جاتی ہے تو اللہ کا نام بار بار آتا ہے۔ اذان اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہے، اور اسی لفظ پر ختم ہوتی ہے۔ شروع اللہ اکبر سے ہوتی ہے اور ختم لا الہ الا اللہ پر ہوتی ہے۔ نماز بھی شروع اللہ اکبر سے ہوتی ہے اور اس کے بعد ہی الحمد للہ سے نماز ہوتی ہے اور ختم بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ پر ہوتی ہے جس کا آخری لفظ اللہ ہے۔

۷۔ انسان کی زندگی کی ابتدا بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے، جب اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے یا لوگ ولادت کی خبر سن کر ماشاء اللہ، الحمد للہ کے الفاظ سے مبارکباد دیتے ہیں، اور زندگی کی انتہا بھی اللہ کے نام سے ہوتی ہے، جب مرنے والا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا کلمہ شہادت پڑھتا ہے یا کسی کی موت پر سننے والے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں، پھر اس کی نماز جنازہ میں اللہ کا نام لیتے ہیں۔

۸۔ زندگی کے سارے شعبے اور مواقع خواہ وہ سننے سے متعلق ہوں یا بولنے سے، سب جگہ اللہ کا نام لیا جاتا ہے، غم ہو یا خوشی، موت ہو یا زندگی، بیماری ہو یا صحت، کھانا پینا ہو یا چلنا پھرنا، سونا ہو یا جاگنا، نماز ہو یا گفتگو، تجارت ہو یا ملازمت، معاشرت کے مواقع ہوں یا معاملات و عبادات کے، ہر جگہ اور ہر موقع پر ایک مسلمان کی زبان اللہ کے مبارک لفظ سے تر ہوتی ہے۔
آپ جب کھانا کھائیں گے یا پانی پئیں گے تو بسم اللہ کہکر اور خاتمہ پر

الحمد للہ کہیں گے۔

آپ جب کسی کو خوشی میں دیکھیں گے تو ماشاء اللہ اور غم میں دیکھیں گے تو اناللہ کہیں گے۔

آپ جب کسی کا شکریہ ادا کریں گے تو جزاک اللہ کہیں گے۔

آپ کسی کو سلام کریں گے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہیں گے۔

اور جب جواب دیں گے تو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہیں گے۔

آپ جب بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیں گے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے۔

آپ جب کسی صحابیؓ کا نام لیں گے تو رضی اللہ عنہ کہیں گے۔

آپ جب کسی بزرگ اور اچھے آدمی کا نام لیں گے جس کا انتقال ہوچکا ہے تو رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے۔

آپ جب شیطان یا اس جیسے انسان کا نام لیں گے تو لعنۃ اللہ کہیں گے
آپ جب کسی گمراہ انسان کو راہ راست پر آنے کی دعا کریں گے تو ھَدَاکَ اللہُ کہیں گے۔

آپ کسی بھی انسان کو زندگی کی دعا دیں گے تو حَیَّاکَ اللہُ کہیں گے۔
آپ کسی بھی (انسان) مرنے والے کے حق میں دعا دیں گے تو غَفَرَ اللہُ لَہٗ یا عَفَی اللہُ عَنْہُ کہیں گے۔

آپ کسی مہمان کا استقبال کریں گے تو ماشاء اللہ، الحمد للہ سے کریں گے۔
اور کسی کو رخصت کریں گے تو فِی اَمَانِ اللہِ کہیں گے۔

آپ کو کوئی کھانے پر پوچھے تو آپ بَارَکَ اللّٰہُ کہیں گے۔
آپ کو چھینک آئے گی تو آپ الحمد للہ اور سننے والا یَرحَمُکَ اللّٰہ اور پھر آپ یَھدِیکُمُ اللّٰہُ کہیں گے۔

یہ چند مثالیں صرف ذہن نشین کرنے کے لیے دی گئی ہیں۔ ورنہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے کلمات سکھائے گئے ہیں جن میں اللہ ہی کا نام آیا ہے۔

صوفیا اور مشائخ کے یہاں تو اس کی اتنی مشق کرائی جاتی ہے کہ اللہ کا نام رچ بس جاتا ہے، ہزاروں اور بعض دفعہ لاکھوں بار مختلف اذکار کے ذریعہ اللہ کی مشق کرائی جاتی ہے۔ کلمہ طیبہ، تسبیحاتِ فاطمہ، استغفار، درود شریف، صرف اللہ کے نام سے (اللہ اللہ) زندگی کی آلودگیوں اور خدا فراموشی کو دور کیا جاتا ہے کہ وہ سکون وطمانیت اور لطف وراحت کے اعلیٰ منازل کو طے کر لیتا ہے۔ اور خدا کی رضا اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب اللہ کے نام کی برکت اور اس کی مداومت کی بدولت حاصل ہوتا ہے،

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نام کی دولت عطا فرمائے اور ہماری زندگی اس نام سے ایسی ہی سرشار ہو جائے کہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، جیتے مرتے، ہماری زبان پہ یہی مبارک نام جاری رہے۔ اسی میں ہم جئیں اور اسی نام پر ہماری جان نکل جائے تو گویا دین ودنیا کی دولتوں سے ہم مالامال ہو جائیں۔

قرآن شریف کی تلاوت

زبان کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے بنانے والے اور طاقت گویائی بخشنے والے، احکم الحاکمین سلطان السلاطین کے کلام (قرآن شریف) سے تروتازہ رہے اور اس کی تلاوت سے لذت آشنا رہے، جس کی برکت کا کیا کہنا وہ جتنا زبان پر آئے گا لطف بڑھتا جائے گا اور رحمت و برکت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہ مبارک کلام زبان کے لیے باعث صد افتخار اور سرمایہ صد ناز ہے، حدیث شریف میں آتا ہے:

"صرف دو آدمی رشک کے قابل ہیں، ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت دی پھر وہ دن رات کے اوقات اس میں لگا رہتا ہے، دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ دن رات راہ خدا میں خرچ کرتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

دوسری جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر چیز کے لیے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے، جس سے وہ تفاخر

کرتا ہے، میری امت کے لیے رونق وافتخار قرآن شریف ہے۔"

کیف وسرور

قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں کتنی لذت وسرور کی کیفیت محسوس ہوتی ہے اور دل ودماغ پر اس کے کتنے اچھے اثرات پڑتے ہیں اور زبان میں کتنی مٹھاس پیدا ہوتی ہے وہ ہر قاری محسوس کرتا ہے، اس کا پڑھنا جتنا لذیذ ہے اس کا سننا بھی اتنا لذیذ ہے، وہ ایسا کلام ہے کہ زبان کسی طرح تھکتی نہیں کیف وسرور بڑھتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "فضائل قرآن" میں کتنے بہتر الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو۔ مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو، دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اکتائے تو بیس دفعہ سے اکتا جائے گا۔ بیس سے نہ سہی چالیس سے اکتا دے گا۔ بہرحال اکتا دے گا مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجیے دو سو مرتبہ پڑھیے، چار سو مرتبہ پڑھیے، عمر بھر پڑھتے رہیے، کبھی نہ اکتا دے گا اگر کوئی عارض پیش آجائے تو وہ خود عارض ہوگا اور جلد زائل ہو جانے والا جتنی کثرت کیجیے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا۔"

ایک پروانۂ ہدایت ایک نسخۂ شفا

قرآن شریف جہاں ایک پروانۂ ہدایت ہے، وہیں ایک مجرب نسخۂ شفا

ہے اور ہر مرض کی دوا ' اس سے زبان کو لذت، دل کو سکون، دماغ کو تازگی زندگی کو برکت، بدن کو ہر تکلیف و مصیبت سے حفاظت میسّر ہوتی ہے، قرآن شریف کی ابتدا ہی اس آیت سے ہوتی ہے :

الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (البقرۃ ع۱)	یہ کتاب (قرآن شریف) ہے، اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لیے ہدایت ہے،

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے :

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (بنی اسرائیل ع۹)	اور ہم نازل کرتے ہیں قرآن شریف سے وہ چیزیں جو شفا اور رحمت ہیں مومنین کے لیے۔

تیسری جگہ ہے :

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ سورۃ یونس ع۶)	اے لوگو! تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے (جو برے کاموں سے روکنے کے لیے) نصیحت ہے اور دلوں میں جو (برے کاموں سے) روگ ہو جاتے ہیں ان کے لیے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے اور یہ سب برکات ایمان والوں

کے لیے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ وہ کلام الٰہی کو عبرت و موعظت کی خاطر بھی پڑھتے تھے اور اس کو نسخۂ شفا سمجھ کر بیماریوں اور مصیبتوں کے وقت بھی تلاوت کرتے تھے اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ نے مادی چیزوں، مٹی، پانی، جڑی بوٹیوں میں شفا رکھی ہے تو بدرجۂ اول اپنے کلام کو شفا کی تاثیر عنایت فرمائی ہے۔

قرآن مجید کے آداب

ایسے مبارک کلام کو پڑھنے کے لیے بڑے ادب و لحاظ کی ضرورت ہے، وہ ایسا کلام نہیں ہے کہ بے توجہی اور بے دلی سے پڑھا جائے، نہ وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کو جس طرح چاہے اٹھا لیا جائے اور جس طرح چاہے پڑھ لیا جائے، اس کے لیے زبان کی پاکی اور دل کی پاکی چاہیے۔

خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ۔ (الواقعۃ) اس کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگائیں۔

بے ادبی اور بے توجہی انسان کو نعمت اور اس کی برکت سے محروم کر دیتی ہے، "بے ادب محروم گشت از فضل رب"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ جب قرآن شریف کھولتے تو خوف خدا سے بے ہوش ہو جاتے اور زبان پر ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ جاری ہو جاتا۔ یعنی یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے

رب کا کلام ہے۔ یہی وہ عظمت تھی جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب سے بلند مقام دیا تھا۔ جب وہ قرآن شریف پڑھتے تو خود ان کی زندگی میں تبدیلی آجاتی۔ اور سننے والے بے خود ہو جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر کے احاطہ میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو کفار مکہ کی عورتیں اور بچے گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جاتے اور سُن سُن کر بے خود ہونے لگتے، اور قرآن شریف کی تلاوت سخت سے سخت دل کو موہ لیتی اور سوز و گداز سے دل بھر جاتے اور آنکھیں نم ہو جاتیں، اس کی اثر انگیزی کے بے شمار واقعات ہیں کہ آیات قرآنی سننے کے بعد کتنے کافر مسلمان ہو گئے۔ وہ اثر آج بھی ہے۔ لیکن اگر پڑھنے والا ان آداب اور حقوق کا لحاظ رکھے جو قرآن کریم کے ہیں۔

مشائخ اور علماء نے قرآن شریف کے کچھ ظاہری اور کچھ باطنی آداب لکھے ہیں :

۱۔ انتہائی احترام کے ساتھ با وضو اور قبلہ رو ہو کر پڑھے۔

۲۔ جلدی نہ پڑھے۔ ترتیل اور تجوید سے پڑھے۔

۳۔ رونے کی سعی کرے چاہے تکلف سے ہو۔

۴۔ آیت رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت کرے اور آیات عذاب و وعید پر خدا کی پناہ مانگے اور آیات تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے۔

۵۔ ریا کا احتمال ہو یا کسی مسلمان کی تکلیف کا خیال ہو تو آہستہ پڑھے۔

۶۔ خوش الحانی سے تلاوت کرے۔

یہ تو تھے ظاہری آداب، باطنی آداب حسب ذیل ہیں :

۱۔ کلام پاک کی عظمت دل میں ہو۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی علوشان اور رفعت وکبریائی کو دل میں پیدا کرے۔
۳۔ دل کو وسوسوں اور بُرے خیالات سے پاک کرے۔
۴۔ تدبر و تفکر سے کام لے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔
۵۔ آیات رحمت پر دل میں سرور و فرحت پیدا کرے اور آیات عذاب پر رنج و غم پیدا کرے اور دل لرز اٹھے۔
۶۔ کانوں کو اتنا متوجہ کرے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کلام فرما رہا ہے۔ اور یہ سن رہا ہے، لیکن ان میں سب سے پہلا ادب اور حق یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر تلاوت کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ	جب آپ قرآن مجید پڑھیں تو
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ	اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ (النحل ع ۱۳)	کہہ لیں۔

اسی طرح جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو سننے والے کو حکم ہے کہ:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا	جب قرآن شریف پڑھا جائے تو
لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ	تم لوگ غور سے سنو اور خاموش
تُرْحَمُوْنَ ٥ (الاعراف ع ۲۴)	رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

خوش الحانی یا گانا

حدیث شریف میں قرآن شریف کو خوش الحانی سے پڑھنا مستحسن بتایا گیا

ہے، ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو"

دوسری جگہ ارشاد ہے :

"اچھی آواز سے قرآن شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے"

لیکن گانے کے طرز پر قرآن شریف کا پڑھنا معیوب ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے، ارشاد ہے :

"قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں، اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو"

فرمایا :

"عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی۔ وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لیے نافع نہ ہوگی، خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنے میں ڈالیں گے"

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف طاری ہے۔

سب سے اچھے اور مبارک انسان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا :

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن پڑھنا سیکھا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔" (بخاری)

قرآن شریف کا پڑھنا خواہ وہ زبانی ہو یا تلاوت، اسی طرح قرآن شریف کی تعلیم دینا خواہ زبانی ہو یا دیکھ کر پڑھنے سے، ان کا تعلق زبان سے ہے، گویا انسان کو بہتر اور مبارک بنانے والی یہی زبان ہے جو کلمات الٰہیہ اور آیات قرآنی کے ذریعہ خیر و برکت عطا کرتی ہے۔

تلاوت کا اجر و ثواب

اللہ تعالیٰ نے تلاوت کا اجر و ثواب اتنا زیادہ رکھا ہے جس کی کوئی حد نہیں، احادیث میں اس کے بے شمار فضائل آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس نے ایک نیکی کمائی اور ایک نیکی اللہ کے یہاں دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ (الف، لام، میم) ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے :

"بنی آدم کے دلوں پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی کے لگ جانے سے تانبے پر، عرض کیا گیا۔ ہنوز دلوں کے اس زنگ کو

کیسے دور کیا جائے ___ آپؐ نے فرمایا: "موت کو کثرت سے یاد کیا کرو اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔"

قرآن قیامت میں شفیع ہوگا

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن شریف پڑھو، وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے شفیع بن کر آئے گا۔"

قیامت میں مومن کے لیے شفاعت اور سفارش ایک بڑی نعمت ہے۔ یہ جس کو حاصل ہوجائے اس کی خوش قسمتی کا کیا ٹھکانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے لیے شفیع تو بنیں گے ہی، قرآن شریف کی تلاوت بھی اپنے پڑھنے والوں کے حق میں سفارشی ہوگی۔ مبارک ہے وہ زبان جو ان آیات قرآنی سے تر و تازہ رہے اور سفارشی بننے کا ذریعہ بنے۔

قرآن مجید کا حق

قرآن مجید ایک عظیم اور بلند تر کلام ہے، اس کے پڑھنے والوں پر اس کا بڑا حق ہے، اور وہ حق یہ ہے کہ اس کی عظمت وحرمت کا خیال کر کے اس کے مطالبات پورے کیے جائیں اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بناؤ، بلکہ دن رات اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو دلچسپی اور مزہ لے کر پڑھا کرو اور اس میں غور کرو اور تدبر سے کام لو۔ امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پاؤ گے اور اس کا جلدی فائدہ اور معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اپنے وقت پر ملنے والا ہے" (شعب الایمان)

قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھنا

جو لوگ روانی سے قرآن شریف نہیں پڑھ پاتے، لکنت کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے، قرآن شریف کو اٹک اٹک کر پڑھ پاتے ہیں، ان کو دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے حال میں پڑھنا اور زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قرآن کے ماہران ملائکہ کے ساتھ ہیں جو میر منشی ہیں اور نیک کار اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں دقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ملے گا" (بخاری)

دنیا میں نور، آخرت میں ذخیرہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تقویٰ کا اہتمام کرو کہ وہ تمام امور کی جڑ ہے۔" میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں، تو حضورؐ نے فرمایا: "قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔" (ابن حبان)

رحمت وسکینت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر کلام پاک کی تلاوت اور اس کا درد نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں، اور حق تعالیٰ شانہ' ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتا ہے۔" (مسلم، ابوداؤد)

حفظ قرآن اور قیام رمضان

قرآن شریف کی حفاظت اور اس کی تلاوت کی خاطر عہد نبوی سے لیکر اس وقت تک قرآن شریف کے حفظ کا معمول رہا ہے اور چونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ قرآن شریف دنیا میں محفوظ رہے گا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ — بے شک ہم ہی نے قرآن کو اتارا ہے
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر ع۱) — اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اس کی حفاظت کے مختلف طریقے رہے ہیں۔ ہر دور میں لاکھوں آدمی

حافظ قرآن ہوئے اور ہوتے رہیں گے ۔ پھر رمضان المبارک میں تقریباً ہر مسجد میں جو دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں ہیں تراویح میں قرآن شریف سنایا جاتا ہے اور ایک نہیں کئی کئی، کہیں کہیں رات رات بھر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے، جس کو شبینہ کہتے ہیں، پھر ہر روزہ دار قرآن شریف دیکھ دیکھ کر پڑھتا ہے اور کئی کئی قرآن رمضان میں ختم کرتا ہے ۔ بعض خاندانوں میں مرد و عورت ایک ایک دن میں ایک ایک قرآن ختم کر لیتے ہیں ۔ گویا رمضان میں قرآن کی تلاوت کی بہار آجاتی ہے ۔ اور ساری دنیا میں قرآن شریف کی تلاوت اتنی کثرت سے ہوتی ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی زبان صرف تلاوت قرآن سے لذت یاب ہوتی ہے ۔ رمضان المبارک کے علاوہ بھی حفاظ مسلسل قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں ۔ اور حفظ قرآن کے بکثرت مدارس ہیں اور اسلامی حکومتیں ادھر برابر توجہ دے رہی ہیں ۔ یہ زبان کی کتنی بڑی خوبی ہے کہ وہ مسلسل کلام الٰہی سے سرشار ہوتی رہے ۔

قرآن شریف کی خاص خاص سورتیں

یوں تو پورا قرآن مجید خصوصیات کا مالک ہے اور اس کی ایک ایک آیت ہدایت و موعظت کا سامان اور شفا و رحمت کا ذریعہ ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد سورتوں کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں ان میں سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ، سورۂ کہف ، سورۂ یٰس، سورۂ الم تنزیل، سورۂ واقعہ، سورۂ ملک، سورۂ تکاثر، سورۂ کافرون ، سورۂ اخلاص ، معوذتین (قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس) خاص الخاص تاثیر رکھتی ہیں ۔ اور ان کے پڑھنے

کی تاکید آئی ہے، سورۂ یٰسین کو صبح کی نماز کے بعد، سورۂ واقعہ مغرب کے بعد، سورۂ ملک عشاء بعد، ان سورتوں کی تاثیر کے متعلق آیا ہے کہ سورۂ یٰس ہر غم ومصیبت اور مشکل کے وقت کام آتی ہے، اسی لیے مرنے والے کے سامنے سورۂ یٰس پڑھنا مسنون ہے. سورۂ واقعہ سے بھوک اور فاقہ میں فائدہ ہوتا ہے، سورۂ فاتحہ زہریلے جانور کے کاٹنے اور مرگی آنے کے وقت مفید ہے سورۂ بقرہ جنون کے اثر کے وقت، اور چاروں قل (قل یاایہا الکافرون، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) بلاؤں اور شیطانی اثرات کے وقت مؤثر ہوتے ہیں، اسی طرح سورۂ کہف ہر جمعہ کو پڑھنا مسنون ہے اور حدیث میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہتا ہے۔

سورتوں کی چند مخصوص آیات

سورتوں کے علاوہ چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے، ان میں سورۂ فاتحہ کی آیات کے علاوہ، سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات مفلحون تک اور اس کی آخری آیات لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ سے عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک، سورۂ آل عمران کی آخری آیات اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے آخر سورہ تک، مگر ان سب میں سب سے زیادہ فضیلت اور خصوصیت آیۃ الکرسی کی ہے جو تقریباً ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہے، اس کا پڑھنا بڑے اجر وثواب کی بات ہے اور وہ ہر مصیبت اور پریشانی میں کام آتی ہے۔

ان خصوصیات کی تفصیلات حدیث شریف میں آئی ہیں۔ یہاں مختصراً اشارۃً بیان کیا گیا ہے، ان آیات کو پڑھنا موجب اجر و ثواب بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی۔

وہ زبان بڑی مبارک ہے جو ان سورتوں اور آیات سے ہمہ وقت سرشار رہے اور لذت یاب ہو۔

ہم کو چاہیے کہ سوتے وقت، بیدار ہوتے وقت، خلوت میں، جلوت میں، ہر پریشانی کے وقت، آسانی اور فراخی، تنگی و مصیبت کے ہر زمانہ میں ورد زبان رکھیں اور کلام الٰہی کو اپنا وظیفۂ زندگی بنا لیں، اور تلاوت قرآن شریف سے اتنی مناسبت پیدا کر لیں کہ وہ ہمارے رگ و ریشہ میں سما جائے اور بیساختہ و بے اختیار زبان پر جاری رہے۔

حمد و شکر

زبان کے لیے یہ بڑے امتیاز اور فخر کی بات ہے کہ وہ حمد و شکر کے الفاظ سے تر رہے، یوں بھی یہ بڑی احسان فراموشی ہے کہ احسان و سلوک کرنے والے کا شکریہ نہ ادا کیا جائے اور اس کی تعریف نہ کی جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر، آپ پر بے شمار احسانات فرمائے اور ہر وقت اس کی نعمتوں سے ہم لوگ سرفراز ہوتے رہیں۔ غذا، پانی، ہوا، روشنی، صحت و عافیت، امن و سلامتی، اور ان جیسی بے شمار نعمتیں ہیں، جو خدا نے ہم کو، آپ کو دے رکھی ہیں، جن کا کوئی بدل نہیں ہے، ان میں سے اگر کوئی نعمت ہم سے چھین لی جائے تو زندگی دشوار ہو جائے، مگر انسان کی طبیعت ناشکری اور احسان فراموشی کی طرف مائل رہتی ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهٖ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ	اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور اکڑتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو وہ مایوسی کا شکار

يَئُوسًا ہ (بنی اسرائیل۔ ع۹)   ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف میں حمد و شکر کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے بندوں کو احسان مندی اور حمد و شکر کی تلقین فرمائی ہے، سورۂ فاتحہ جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اور قرآن شریف کی سب سے پہلی سورہ ہے اس کی ابتداء بھی حمد سے کی گئی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ   سب تعریف ہے اللہ کی جو سارے
الْعٰلَمِيْنَ ہ (الفاتحة)   جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پھر جا بجا اللہ نے اپنے احسانات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اور حمد و شکر کے الفاظ سے اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے۔ پورے قرآن شریف میں مختلف پیراؤں سے تعریف کے الفاظ آئے ہیں[1]۔ کہیں خود تعریف فرمائی ہے اور کہیں ان نیک بختوں کا ذکر کیا ہے جو خدا کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں، کہیں حمد و شکر کی تلقین فرمائی ہے۔

حمد و شکر کا حکم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متوجہ فرما کر ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ   پس تم لوگ مجھے یاد کرو، میں تم کو
وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرة ع۱۸)   یاد رکھوں گا، اور میرا شکر کرو

[1] تعریف ۶۸ جگہ اور شکر ۷۳ مقامات پر آئے ہیں۔

(البقرۃ ع ۱۸) اور ناشکری مت کرو

دوسری جگہ شکر کرنے کے انعام کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ — اگر تم شکر کروگے تو میں تم کو اور
لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ع) — زیادہ (نعمتیں) عطا کروں گا۔

حضرت لقمان کو اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت عطا فرمائی تھی تو شکر کرنے کا حکم بھی دیا تھا، فرمایا:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ — اور ہم نے لقمان کو دانشمندی
الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ — عطا کی کہ اللہ کا شکر کرتے رہو،
لِلّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا — اور جو شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی
يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ — نفع کے لیے شکر کرتا ہے، اور
كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ — جو ناشکری کرے گا تو اللہ بے نیاز
حَمِيْدٌ ۝ (لقمان ع ۲) — خوبیوں والا ہے۔

والدین کی شکرگزاری

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے والدین پر کتنا بوجھ پڑتا ہے، خصوصاً اس کی ماں پر، اس لیے انسان کو اپنے پیدا کرنے والے اور والدین کا شکرگزار ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ — اور ہم نے انسان کو اس کے والدین
بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ — سے متعلق تاکید کی ہے، اس کی

وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ	ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو
وَّفِصَالُهٗ فِىْ عَامَيْنِ	پیٹ میں رکھا اور دو برس میں
اَنِ اشْكُرْ لِىْ	اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری
وَلِوَالِدَيْكَ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ۝	اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری
(لقمان ۔ ع)	کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے'

ایک جگہ ارشاد ہے :

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ	کہ دو سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔

اپنے نیک بخت بندوں کے متعلق اس طرح بیان فرمایا ہے :

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ	اور ان کی آخری بات یہ ہوگی کہ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ	سب تعریف اللہ کو جو تمام جہانوں
الْعٰلَمِيْنَ ۝ (یونس ۔ ع)	کا پالنے والا ہے۔

حمد و شکر کے کلمات

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان کے ذریعہ حمد و شکر کے ایسے کلمات ہم کو سکھائے ہیں، اور ایسی تسبیحات کی تلقین فرمائی ہے جن کے ادا کرنے سے اللہ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمام کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں :

سُبْحَانَ اللّٰہِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ

اَللّٰـہُ اَکْبَرُ۔ (مسلم)

ان چاروں کلموں میں خدا کی تعریف، پاکی، عظمت و بڑائی کا بیان ہے یہ کلمات سراپا حمد و شکر ہیں، اور ان کے ادا کرنے سے حمد و شکر کا اظہار ہوتا ہے، یہ کلمے نہایت مختصر اور ہلکے پھلکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے صفات حسنہ پر حاوی ہیں۔ اور ان کے ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صحیح تعریف، اس کی پوری حمد اور اس کا بے انتہا شکر ادا ہوتا ہے۔ جس نے ان کو ادا کیا، گویا اس نے اللہ کی ساری ثنا و صفت بیان کر دی۔

حمد و شکر کی تسبیح کا جو درجہ ہے وہ مندرجہ ذیل حدیث شریف سے اور زیادہ واضح ہوتا ہے، اور اس سے جو کلمات تلقین فرمائے گئے ہیں وہ بھی مختصر اور جامع ہیں۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز فجر پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے وہ اس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں، پھر آپؐ دیر کے بعد جب چاشت کا وقت آچکا تھا واپس تشریف لائے۔ حضرت جویریہؓ اسی طرح بیٹھی وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپؐ نے فرمایا :

"میں جب سے تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت سے برابر اسی حال میں اور اسی طرح پڑھ رہی ہو؟"

انھوں نے عرض کیا :

"جی ہاں"

آپؐ نے فرمایا:

"تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمے تین دفعہ کہے، اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفے کے ساتھ تولے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا۔ وہ کلمے یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ	اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد، اس کی
وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ	ساری مخلوق کی تعداد کے برابر اور
خَلْقِہٖ وَزِنَۃَ	اس کے عرش عظیم کے وزن کے
عَرْشِہٖ وَرِضٰی	برابر اور اس کی ذات پاک کی رضا
نَفْسِہٖ وَمِدَادَ	کے مطابق اور اس کے کلموں کی
کَلِمَاتِہٖ۔	مقدار کے مطابق۔ (صحیح مسلم)

حضرت سلیمانؑ کی دعائے شکر

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت، حکومت، امارت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا، وہ اپنے مالک سے اس کی دعا کرتے ہیں کہ ان کو ان نعمتوں پر جو ان کو بخشی گئی ہیں، شکر کی توفیق ملے، وہ فرماتے ہیں:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ	اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے
اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ	کہ شکر کروں، تیرے اس احسان کا
اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ	جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا	پر کیا، اور اس کی توفیق دے کہ میں
تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ	ایسے کام کروں جن سے تو راضی ہو
بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ	اور مجھے داخل کر اپنی رحمت سے اپنے نیک
الصّٰلِحِیْنَ ۝ (النمل۔ ع۲)	بندوں میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا شکر تھے، آپؐ خدا کے شکر میں نمازیں اتنی طویل پڑھتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ تو معصوم ہیں، اتنی محنت کیوں فرماتے ہیں؟
آپؐ نے فرمایا:

اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا.	کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

آپؐ نے اکثر شکر کرنے کی دعا مانگی، آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَعِنَّا عَلٰى ذِكْرِكَ	اے اللہ ہماری مدد فرما، اپنی یاد،
وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ	اپنے شکر اور اپنی اچھی بندگی پر۔"

آپؐ اکثر یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّ	اے اللہ مجھے بہت صابر، بہت شاکر
اجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ	اور مجھے میری نگاہ میں حقیر اور دوسروں
صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ كَبِیْرًا	کی نگاہوں میں بڑا بنا۔"

اللہ تعالیٰ حمد و شکر کرنے والی زبان کو بہت پسند فرماتا ہے، وہ دل سے

شکر کرنے اور زبان سے حمد و شکر کے الفاظ ادا کرنے کا حکم فرماتا ہے، اس نے ہر نماز میں رکوع کے بعد قومہ کے وقت جو تسبیح تلقین فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہی یہ ہیں:

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ	اللہ اس کی سنتا ہے جو اس کی تعریف کرتا ہے۔

یہ کلمہ امام کہتا ہے، مقتدی اس کے جواب میں حسب ذیل الفاظ کہتے ہیں، اگر مجمع کثیر ہو تو مکبر آواز لگاتے ہیں:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ	اے ہمارے رب تری تعریف ہے

مقتدی کہتے ہیں:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا	اے ہمارے رب تری تعریف ہے
كَثِيْرًا مُّبَارَكًا كَمَا	بہت زیادہ تعریف، جیسا تو چاہتا
تُحِبُّ وَتَرْضٰى	ہے اور جس پر تو راضی ہوتا ہے۔

یہ سارے کلمات و تسبیحات حمد و شکر کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر حمد و شکر کے الفاظ بتائے ہیں۔

جب کوئی نعمت ملے

جب کسی کو کوئی نعمت چھوٹی ہو یا بڑی ملے تو زبان شکر سے یہ الفاظ کہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِنِعْمَتِهٖ	اللہ کی حمد ہے، جس کی نعمت سے
تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ	نیک کام انجام پاتے ہیں۔

جب سونے سے بیدار ہو

کہتے ہیں کہ نیند موت کے مانند ہے، انسان سو جاتا ہے تو اس کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ بالکل مردہ سا ہو جاتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو گویا نئی زندگی ملتی ہے، اور ہوش و حواس بجا ہوتے ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے دین ہے اور اسی کی ایک نعمت ہے۔ ایسے موقع پر خدا کا شکر ان الفاظ میں کرنا چاہیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔	اس کی تعریف اور شکر ہے، جس نے ہمیں مارنے کے بعد جلایا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

جب نیا کپڑا پہنے

نیا کپڑا پہننا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، ایسے موقع پر جب بہتوں کو بوسیدہ اور پھٹے کپڑے بھی نصیب نہیں ہیں، اگر کسی کو نیا لباس ملتا ہے تو یہ بھی خدا کی ایک نعمت ہے، ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و شکر کی دو دعائیں ارشاد فرمائی ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ، اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ	اے اللہ! تیرا شکر اور تیری تعریف ہے کہ تو نے مجھے پہنایا اس کی بھلائی، اور جس بھلائی کے لیے یہ بنایا گیا، مانگتا ہوں اور اس برائی سے جس برائی کے لیے یہ بنایا گیا ہے، پناہ چاہتا ہوں۔

دوسری دُعا کے الفاظ یہ ہیں :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ	اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے
ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ	یہ لباس پہنایا اور بغیر میری طاقت
حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ۔	وقوت کے مجھے غیب سے یہ عطا فرمایا۔

جب سواری پر بیٹھے

سواری بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے، خواہ وہ جانور ہو یا کوئی مشینی سواری، جیسے موٹر، رکشا، ریل، جہاز وغیرہ ان سب پر بیٹھتے وقت اپنے مالک کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے یہ نعمت عطا فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر یہ کلمات پڑھنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَخَّرَ	اللہ کی حمد ہے، جس نے ہمارے
لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ	لیے یہ مسخر کیا حالانکہ ہم اس کو
مُقْرِنِیْنَ، وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا	تابع کرنے والے نہ تھے، اور ہم
لَمُنْقَلِبُوْنَ۔	اپنے رب کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔

کھانے کے بعد

اللہ کی نعمتوں میں ایک بڑی نعمت غذا ہے، جب کہ فاقہ مستی عام ہو کسی کو صحیح طور پر غذا کا مل جانا بڑے شکر کی بات ہے، اور اگر وہ غذا ہضم ہو تو یہ اس سے بڑی نعمت ہے۔ یہ صرف خدا کی دین ہے کہ وہ روزی پہونچاتا ہے، ورنہ کسی میں طاقت

نہیں کہ اپنی بھوک مٹا سکے۔ ایک مسلمان کے لیے بڑی نعمت اسلام ہے اور دنیاوی لحاظ سے کھانا اور پانی، اور اگر کسی کو یہ تینوں نعمتیں صحت وسلامتی کے ساتھ میسّر آجائیں تو ایسے شخص کو سراپا شکر بن جانا چاہیے۔ ایسے موقع پر حضورؐ یہ الفاظ تلقین فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ٥	خدا کا شکر ہے، جس نے ہم کو کھلایا، پلایا اور ہم کو مسلمانوں میں بنایا۔

جب چھینک آئے

چھینک آنا صحت کی علامت ہے، اور صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے ایسے موقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہیے۔

جب کسی کو مصیبت میں دیکھے

کسی کو پریشانی یا مصیبت میں دیکھنا اور اپنے کو اس پریشانی و مصیبت سے محفوظ پانا قابلِ شکر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر حسبِ ذیل کلمات زبان سے ادا کرنے کو ارشاد فرمایا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّنِ ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ	اللہ کی تعریف ہے جس نے تمہاری مصیبت سے مجھے عافیت اور اپنی مخلوقات میں بہتوں پر مجھے

تَفۡضِيۡلًا ۔ فضیلت دی۔

ان دعاؤں کے علاوہ اور دوسرے مختلف مواقع پر حضورؐ نے حمد و شکر کے کلمات تلقین فرمائے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و شکر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص کسی اہم کام کے شروع میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نہیں کہے گا وہ کام ادھورا رہ جائے گا۔" (ابوداؤد)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھاتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، پانی پیتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔" (مسلم)

حمد و شکر کے قابل تو صرف اللہ ہی کی ذات ہے کہ دین و دنیا کی ساری نعمتیں اسی کی بخشی ہوئی ہیں، لیکن مسلمانوں کو یہ بھی حکم ہے کہ وہ کسی بھی احسان کرنے والے کا شکر ادا کریں، خواہ وہ انسانوں کی طرف سے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو آدمیوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر و حمد کرنے والا بنائے اور ناشکری اور احسان فراموشی سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

دعا اور مناجات

وہ زباں خوب ہے خوب سے خوب تر
جو دعاؤں سے شام و سحر تر رہے

اللہ تعالیٰ جس نے ہم کو، آپ کو اور سارے جہاں کو پیدا کیا وہ ہماری آپ کی ضروریات اور خواہشات سے بھی بخوبی واقف ہے اور ہم پر رحیم و مہربان بھی، وہ سمیع و بصیر بھی ہے اور علیم و خبیر بھی، وہ قادر مطلق بھی ہے اور مجیب الدعوات بھی، ہم سراپا احتیاج ہیں اور اس کے کمزور بندے بھی۔ ہماری ضرورتوں اور خواہشوں کو وہی پوری کر سکتا ہے۔ ہم سراپا خطا، وہ سراپا رحمت، ہم اس کے در کے بھکاری ہیں۔ اسی کے آستانے پر سر جھکانے اور اس سے بھیک مانگنے کے قابل۔

بندہ آمد بدرت بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

مقبول دُعا

وہ دُعا جو دل سے نکلتی ہے اور زبان پہ آتی ہے اور آنکھوں کے آنسو جس کا

ساتھ دیتے ہیں۔ وہ رحمٰن ورحیم کی بارگاہ میں یقینی طور پر قبول کی جاتی ہے۔ وہ تو سب کی سنتا ہے کافر کی بھی مومن کی بھی، اس لیے کہ وہ سب کا رب ہے، اس کا ارشاد ہے، ارشاد کیا ہے، ہم سب کے لیے رحمت کا پیام اور بے چین دلوں کے لیے سکون وراحت کا سامان ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ	اور جب آپ سے میرے بندے میرے
فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ	متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہوں،
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۝	دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں
(البقرۃ ۲۳)	جب کہ وہ مجھ کو پکارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی اس ادا کو بہت پسند کرتا ہے کہ وہ الحاح وزاری اور گڑگڑا کر اپنے مالک ومولیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی ہر ضرورت کو اسی سے طلب کرے، وہ فرماتا ہے :

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ	اور تم لوگوں کے رب نے فرمایا کہ مجھے
لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ	پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔
عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ	بے شک جو لوگ میری عبادت سے
جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ۝	منہ موڑتے ہیں، عنقریب وہ جہنم
(المؤمنون ع)	میں داخل ہوں گے۔

وہ زبان بڑی مبارک ہے جو دعاؤں کے الفاظ سے ہمہ وقت تر رہے، اور وہ زبان بڑی نامبارک ہے جو دعا جیسی نعمت سے محروم رہے، اس لیے دعا نہ کرنا محرومی کا باعث ہے، اور صرف محرومی نہیں، اللہ کی ناراضگی، اور غصہ

کا سبب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے :

"جو اللہ سے سوال نہیں کرتا ہے، اللہ اس سے ناراض ہے"

دعا صرف عبادت ہی نہیں اس کا مغز اور اس کا حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا رحمت و برکت کے دروازے کی کنجی ہے، اس کے بغیر رحمت و برکت کا نزول کیسے ہو سکتا ہے۔ دعا نہ کرنا کبر و غرور، سرکشی و نافرمانی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں"

(ترمذی)

دوسری جگہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"کیا میں تمھیں وہ عمل بتاؤں جو تمھارے دشمنوں سے تمھارا بچاؤ کرے اور تمھیں بھرپور روزی دلائے، وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دعا کیا کرو رات دن میں، کیونکہ دعا مومن کا خاص ہتھیار ہے" (مسند ابو العلیٰ)

اللہ و رسول کا ہم پر بڑا احسان

ہم کس زبان سے اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کریں

کہ انھوں نے ہم کو مانگنے کا طریقہ بھی بتادیا، اور اس کے اصول اور آداب بھی سکھائے ان چیزوں کی نشاندہی بھی فرمائی کہ کیا مانگا جائے، قرآن وحدیث میں انسانوں کی ساری ضروریات کی دعائیں آئی ہیں، جس طرح ایک بچہ کی ضروریات کو اس کا باپ اور اس کی ماں زیادہ صحیح سمجھتی ہے، اور ان کو پورا کرتی ہے، اسی طرح ماں باپ سے زیادہ شفیق مالک، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کو جانتا بھی ہے اور پوری بھی کرسکتا ہے، اس لیے اس کی بتائی ہوئی ضروریات اور ان کے مانگنے کے طریقے اور الفاظ ہی بندوں کے لیے قابل قبول ہیں۔ قرآن شریف میں سب سے پہلی سورت سورۂ فاتحہ ہے! یہ مختصر بھی ہے اور جامع بھی۔ یہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے، اس میں دعا کرنے کا طریقہ بھی ہے اور انسان کی سب سے بڑی ضرورت کا اظہار بھی، سب سے پہلے خدا کی حمد، اس کی قدرت کاملہ اور رحمت عامہ کا ذکر، پھر اپنی بندگی، لاچاری کا اظہار، اس کے بعد صحیح زندگی گذارنے کی طلب و دُعا اور بُرے لوگوں سے بچنے کی خواہش ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن شریف میں ایک جامع دُعا ہے، جس میں دنیا کی ہر طرح کی بھلائی اور اسی کے ساتھ آخرت کی بھلائی مانگی گئی ہے۔ نیز آگ کے عذاب سے پناہ طلب کی گئی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً	اے ہمارے پاک پروردگار ہم کو دنیا
وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا	اور آخرت میں بھلائی دے اور
عَذَابَ النَّارِ ۝ (البقرۃ ع۲۵)	ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔

اس کے علاوہ قرآن شریف میں بکثرت دعائیں آئی ہیں، ہم کو چاہیے کہ ان دعاؤں کو زبانی یاد کریں اور مانگیں تاکہ صحیح طور پر دعا مانگنا آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو بے شمار دعائیں بتائی ہیں، آپؐ وہ دعائیں خود بھی مانگا کرتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی ہدایت فرماتے تھے ــــ وہ الفاظ کتنے مبارک ہیں جو حضورؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے، ان کی تاثیر کا کیا کہنا۔ آپؐ نے کچھ دعائیں عمومی ارشاد فرمائی ہیں، اور کچھ خصوصی یعنی مختلف اوقات کی۔ آپؐ نے اپنی اُمت کو دولتوں کا جو خزانہ عطا فرمایا ہے، اس میں سرفہرست دُعا ہے۔

آپؐ نے دعا کی عظمت بتائی، اس کے الفاظ سکھائے اور انسانی ضروریات کی ایک فہرست عنایت فرمائی، اس کے آداب بتائے، اس کی قبولیت کے طریقہ کی وضاحت کی، اس کے خاص خاص اوقات کی نشاندہی کی۔ کیا دعا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنی چاہیے یہ بتایا۔ حضورؐ کی چند دعائیں جو خاص خاص موقعوں کی ہیں، ہمارے لیے ایک بڑے اور عظیم نمونہ کا کام کرتی ہیں۔ آپؐ نے طائف میں جو دعا فرمائی اور جس کے الفاظ اور درد و تاثیر میں ڈوبی ہوئی زبان نبوت کی حرکت سے قدرت الٰہی کو جوش آیا وہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح بدر کی دعا، عرفات کی دعا، آپؐ کی دعاؤں میں سرفہرست ہیں۔ ہر دعا کرنے والے کو ان دعاؤں کا مطالعہ کرنا چاہیے، ان ساری باتوں کے پیش نظر اللہ و رسولؐ کے احسانات کتنے عظیم الشان ہیں کہ ہم کو زندگی گذارنے، ضروریات کو طلب کرنے کا مکمل طریقہ عنایت فرمایا، مبارک اور صد مبارک ہے وہ زبان جو اللہ و رسولؐ کے بتائے ہوئے الفاظ کو یاد کرے اور ہمہ وقت دعا کیا کرے۔

آدابِ دُعا حدیث شریف سے دعا کے آداب ثابت ہیں اور ان کا خلاصہ

اس طرح ہے، دعا کرنے والے کو چاہیے کہ دعا کرنے سے پہلے ① ہاتھ اٹھائے ② حمد و صلوٰۃ پڑھے ③ جائز اور حلال سوال کرے ④ توجہ اور انہماک سے مانگے ⑤ دعا کی قبولیت کا یقین کرے اور اللہ کو سمیع و بصیر جانے ⑥ عزم و حوصلے سے دعا کرے ⑦ قبولیت دعا میں جلدی نہ ہونے اور قبول نہ ہونے پر گھبرائے نہیں اور مایوس نہ ہو ⑧ دعا کے آخر میں آمین کہے۔

کن دعاؤں سے بچنا چاہیے؟

کسی کے حق میں بددعا نہ کرنی چاہیے۔ ظالم ہے تو ظلم سے بچنے کی۔ کافر ہے تو اس کی ہدایت کی دعا کرنی چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض دفعہ ایسی دعائیں ثابت ہیں جن میں دشمنوں اور حد سے بڑھ کر سرکشی کرنے والوں کے لیے تباہی مانگی گئی ہے، لیکن وہ خصوصی طور پر ہے اور آج بھی اگر موقع آئے تو حضورؐ کے وہ الفاظ جو ثابت ہیں، ان سے اپنی زبان کو بابرکت بنانا چاہیے۔

اسی طرح موت کی دعا نہ کرنی چاہیے، خصوصاً اپنی اولاد کے لیے کسی حال میں بددعا نہ کرنی چاہیے، چاہے اس کی اولاد جتنی بھی سرکش ہو جائے، اس کی ہدایت کی دعا مانگنی چاہیے، دعا مانگتے وقت اپنے کو، اپنی اولاد اور بیوی کو، اپنے ماں باپ کو، اعزا و اقارب کو، مسلمانوں کو اور دینِ حق کو، بیماروں اور معذوروں کو، مسافروں اور پریشاں حالوں کو خصوصاً یاد رکھنا چاہیے۔

دعا کرنے کے خصوصی اوقات

یوں تو دعا کا وقت ہر وقت ہے، لیکن بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں،

جن میں دعا کرنا قبولیت کی علامت ہے، جیسے (۱) فرض نمازوں کے بعد (۲) قرآن شریف کے ختم پر (۳) اذان واقامت کے درمیان (۴) بارش ہوتے وقت (۵) کعبہ پر نظر پڑتے وقت (۶) رات کے آخری حصہ میں (۷) شب قدر میں (۸) عرفات کے میدان میں (۹) جمعہ کی خاص ساعت میں (۱۰) جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان (۱۱) افطار کے وقت۔

کن کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں

ایسے تو ہر شخص کی دعا کسی نہ کسی شکل میں قبول ہوتی ہے۔ ہاں اس کے لیے توجہ وانہماک، حضوری قلب، الحاح وزاری کی ضرورت ہے۔ بے خیالی کی دعا تو بے ادبی کی بات ہے۔ مگر خاص لوگوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ وہ لوگ حسب ذیل ہیں:

(۱) جو اپنے غیر حاضر بھائی کے لیے دعا کرے (۲) باپ کی دعا اولاد کے لیے (۳) مسافر کی دعا (۴) مظلوم کی دعا۔

جس کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ترس آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

(۵) حاجی کی دعا جب تک وہ اپنے گھر نہ پہونچے (۶) مجاہد کی دعا (۷) بیمار کی دُعا

دعا کی قبولیت کی صورت

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندے کی دعا کی قبولیت کے تین طریقے ہیں:

(۱) کبھی کبھی تو وہی چیز مانگنے والے کو مل جاتی ہے جو وہ مانگتا ہے، جیسے بیمار کے لیے شفاء کی دعا، دولت مانگنے والے کے لیے دولت، قرض کی ادائیگی کی دعا، قرض کی ادائیگی کی صورت میں (۲) کوئی اور تکلیف و مصیبت دور کر دی جاتی ہے، جیسے کوئی شخص مال مانگتا ہے اور وہ بیمار ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے مال کے بجائے شفا عطا فرماتا ہے کہ اس رحیم وکریم ذات کے نزدیک بندے کو شفا کی ضرورت زیادہ ہے، اسی طرح قیاس کرنا چاہیے (۳) جو دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی وہ آخرت میں ذخیرہ بن جاتی ہے، ایک بندے کو اس کی کیا خبر کہ اس کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے، وہ تو دولت مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ جس کی شفقتیں بے انتہا ہیں مانگنے والے کو دولت نہیں دیتا، بلکہ آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا، اس کو فقیر رکھ کر، صابر بنا کر جنّت نصیب فرمائے گا، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک بیمار اور گھبرایا ہوا بچہ اپنے باپ کی انگلی پکڑنا چاہتا ہے، مگر اس کا باپ اس کی انگلی نہیں پکڑتا، بلکہ اس کے بجائے بچّہ کو گود میں اٹھا لیتا ہے۔ اس کو پیار کرتا ہے، اور لپٹا لیتا ہے، اور یہی محبت بچہ کے لیے زیادہ سکون و راحت کا سبب بن جاتی ہے، باپ سے زیادہ تو اللہ کو اپنے بندے سے محبت ہے۔

اس لیے اگر کسی کو دعا کرنے کے بعد وہ چیز نہیں ملتی ہے جو اس نے مانگی ہے تو اس سے دل گرفتہ اور دل شکستہ نہ ہونا چاہیے، یہ یقین کرنا چاہیے کہ اس کی دعا ضرور قبول ہوگی، چاہے ایک عرصے بعد، چاہے کسی اور دوسری نعمت کے ذریعے، چاہے کسی پریشانی کی دوری کی شکل میں، کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے وہ نہیں آتی جس کی اس کو خبر نہیں، اور چاہے دنیا کے بجائے آخرت میں اجر و ثواب یا

عذاب سے نجات، کی شکل میں، اگر کسی مانگنے والے کو اپنے مالک کی شفقت، ربوبیت اور قدرت کاملہ پر ایمان ہوگا، اور وہ یقین ہوگا تو وہ کبھی دعا کی بظاہر عدم قبولیت سے پریشان نہ ہوگا۔ اور وہ برابر مانگتا رہے گا، اور ہر حالت میں خواہ فراخی ہو یا تنگی، صحت ہو یا بیماری، وہ اپنے رب سے لو لگائے رہے گا۔

انسان کی کیا ضروریات ہیں اور کن چیزوں کی دعا مانگنی چاہیے؟

انسان اپنے لیے عموماً صرف چند چیزوں کو ضروری سمجھتا ہے، جیسے صحت، دولت، فراخی، غلبہ، عزت، برتری، اور کوئی وقتی خواہش و ضرورت، لیکن وہ اس سے بے خبر ہے کہ اس کی اصل ضرورتیں کیا ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں اس کے لیے کام آنے والی کیا چیزیں ہیں۔ کوئی بندہ بھی اپنی عقل سے اصل ضروریات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتی ہیں اور آپؐ نے اپنی دعاؤں کے ذریعہ ان ساری ضروریات کا احاطہ فرمادیا ہے، جن کی تفصیل کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ آپؐ نے کن چیزوں کی دعائیں کی ہیں اور اپنی امت کو ان کی ہدایت دی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) خداترسی (۲) پاکدامنی (۳) استغناء (۴) مفید علم (۵) پاک روزی (۶) مقبول عمل (۷) سلامتی (۸) فراخی یا کشادگیِ رزق (۹) لازوال لطف (۱۰) آنکھوں کی ٹھنڈک (۱۱) دل کی راحت (۱۲) تسلیم و رضا (۱۳) اچھی زندگی

(۱۴) ایمان پر موت (۱۵) خوفِ خدا (۱۶) محبّتِ الٰہی (۱۷) فرمانبرداری (۱۸) صورت وسیرت کی بہتری (۱۹) صحت ایمان (۲۰) حسن اخلاق (۲۱) توفیق (۲۲) سچی زبان (۲۳) صاف دل (۲۴) صبر وشکر (۲۵) خیر وعافیت (۲۶) مال، اولاد اور دین میں سلامتی (۲۷) قرض کی ادائیگی (۲۸) ہر ضرورت کی تکمیل (۲۹) عزت و سربلندی (۳۰) پاک مال (۳۱) لائق اولاد (۳۲) رونق وآبادی (۳۳) خیر میں برکت (۳۴) فضائل وکمالات (۳۵) مسکینوں سے محبت (۳۶) ظاہر سے زیادہ باطن کی پاکی (۳۷) رحمت ومغفرت (۳۸) ایمان وعمل (۳۹) نیک بندوں میں شمار۔

پناہ کے قابل چیزیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے، اور پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے۔ وہ عمومی طور پر حسب ذیل ہیں :

بزدلی، کھوٹ، بخل، تکبر، سینہ کا فساد، زبان اور ہاتھ کا شر، بے نفع علم وعمل، بے اثر زبان، سخت دل، برا پڑوس، ذلت ورسوائی، آخرت کی ناکامی، تقصیر وناداری، لایعنی بات، ہر قسم کا فتنہ، ظلم، بُری خواہش، بُرا اخلاق، جھگڑا، دورُخاپن، عاجزی، سستی، کفر، نفاق، سماعت وبصارت اور جسم کے دوسرے اعضاء کی بیماری، دشمنوں کی شرارت، جگ ہنسائی، ناگہانی موت، بُرا فیصلہ، فقر ومحتاجی، دل کی سختی، ہر طرح کا مرض، نعمت کا زوال، دجال کا فتنہ، بُری موت، قبر کا عذاب، حشر کی رسوائی، یہ اور ان کے علاوہ اور بہت سی چیزیں ہیں جن کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں تفصیل سے آیا ہے۔

خصوصی اوقات کی دعائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہدایت فرمائی ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ہر موقع پر خواہ وہ کسی کام کے کرنے کا ہو یا شب و روز کے اوقات بدلنے کا دعائیں کیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات کی تفصیل بھی فرمائی ہے۔ جن کو ہم یہاں پر ذکر نہیں کرتے، مثال کے طور پر صبح و شام، سوتے جاگتے، کسی کو دیکھ کر، کسی سے مل کر، کسی کام کے کرتے وقت، کہیں آتے جاتے، نیز اور دوسرے مواقع کی تفصیل فرمائی ہے۔ ہم کو چاہیے کہ ان ساری دعاؤں کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، یاد کریں۔ اور ان کے موقعوں پر اپنی زبان سے ادا کریں۔ حضورؐ کی دعاؤں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ عربی میں حصن حصین، الحزب الاعظم، مشہور ہیں، ان کے علاوہ "مناجات مقبول" "دعائیں" وغیرہ چھوٹے بڑے مجموعے ہیں جن میں دیکھ کر دعائیں یاد کی جا سکتی ہیں۔ انشاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ میں جو دعائیں ہیں ان کے پڑھنے سے برکت ہی برکت ہوگی۔ اور ان میں ایسی تاثیر ہوگی جو کسی حال میں دوسرے الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔

اپنی زبان میں دعا کرنا

الفاظ نبویؐ کی برکت اپنی جگہ ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنی مادری زبان میں دعا کرنا اثر سے خالی ہوگا۔ وہ اپنی ضروریات کے لحاظ سے کرنا چاہیے، چاہے کسی زبان میں ہو۔ غرض اور طلب و سوال کے لیے ضروری ہے کہ مانگنے والا جو مانگ رہا ہے، وہ سمجھتا بھی ہو، اور اضطرار و بے چینی اور بے قراری ہونا ضروری ہے

کسی زبان میں جو کسی حال میں ہو، نظم میں ہو، نثر میں ہو، ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہوں یا مرصع ہوں، اللہ سب کی سُنتا ہے ے

فریاد کی کوئی لَے نہیں ہے
نالہ پابندِ نَے نہیں ہے

مناجات

مناجات بھی دعاؤں کی قسم کی چیز ہے، بہت سے شعراء نے عربی، اردو میں دعاؤں کو نظم کیا ہے۔ اور اپنی طرف سے ضروریات کا اظہار کیا ہے۔ نظموں اور اشعار میں مناجات کرنے میں بھی بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ وہ آسانی سے یاد بھی ہو جاتی ہیں اس طرح کے بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اس وقت ہماری نگاہ میں چند مجموعے ہیں۔ مثلاً مناجات مقبول، کلید باب رحمت، باب کرم وغیرہ۔ مناجات مقبول تو بڑی مشہور کتاب ہے، جس میں منزلیں تک ہیں۔ امید ہے کہ ہم آپ اپنے اوقات کو دعاؤں میں صرف کریں گے اور اپنی زبان سے دعا و مناجات کو ادا کرتے رہیں گے۔ جس کو جس سے مناسبت ہو اپنائے۔ عربی میں، اردو میں، نثر میں، نظم میں، اشعار میں۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہر ایک زبان پہ دعا و مناجات کو جاری فرمائے ے

یہ شان دیکھی تری نرالی جو مانگے تجھ سے تو اس سے راضی
بلا کے دینا کرم ہے تیرا، یہ فضل بھی ہے کمال بھی ہے

(خیر النساء بہترؔ)

توبہ و استغفار

یادِ الٰہی، قرآن کریم کی تلاوت اور دعا کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ توبہ و استغفار کے الفاظ بھی زبان پہ آتے رہیں۔ کون مسلمان ہے جو کسی نہ کسی خطا کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ عمداً گناہ کرنا اور جرأت کا پیدا ہونا تو اتنی بڑی جسارت ہے کہ ایمان کے رخصت ہو جانے کا خطرہ ہے، لیکن اگر کوئی اس کے بعد بھی سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور خدا سے مغفرت اور عفو و کرم کا طالب ہوتا ہے تو عمداً گناہ کرنا بھی معاف کر دیا جاتا ہے، توبہ کا انحصار تو زیادہ تر دل سے ہے اور زبان تو اس کا ذریعہ ہے، اگر کسی سے خدا کی نافرمانی سرزد ہوئی ہے تو اس سے توبہ کرنے کے تین شرائط ہیں:

① گناہ کرنے پر ندامت ② اس گناہ کو چھوڑ دینا ③ آئندہ نہ کرنے کا عزم و ارادہ۔ اور اگر کسی انسان کا حق مارا ہے، یا اس کو ستایا ہے تو ان تین شرطوں کے علاوہ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس سے معافی مانگے اور اس سے درگذر کا طالب ہو اگر وہ اس دنیا میں نہیں ہے تو اس کے لیے مغفرت کا طالب ہو اور اس کے لیے دعا کرے، اگر قرض ہے تو وارثوں کو قرض ادا کرے۔

اس یقین و عزم کے ساتھ زبان سے بھی توبہ کرنا چاہیے، توبہ اور استغفار کے لیے گناہ کا سرزد ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہر حالت میں توبہ و استغفار کرنا مومن کی شان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم تھے برابر توبہ و استغفار فرمایا کرتے تھے حدیث شریف میں ہے۔

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو، میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں" (مسلم)

دوسری جگہ آیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"اے اللہ مجھے ان بندوں میں سے کر دے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور جب ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو تیرے حضور میں استغفار کریں"
(ابن ماجہ)

گناہ کا سرزد ہو جانا انسان کے خمیر میں داخل ہے، خطا تو بہر حال ہوتی ہے لیکن وہ خطاکار مبارک ہے اور خدا اور رسولؐ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے جو اپنی خطا پر نادم ہو اور اس کی زبان ندامت کا اور دل اس سے برأت کا اظہار کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہر آدمی خطاکار ہے اور خطاکاروں میں وہ بہت اچھے ہیں جو توبہ کریں اور اللہ کی طرف رجوع ہوں" (ترمذی)

اپنے لیے استغفار

ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ضروری ہے کہ چاہے اس سے کوئی غلطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ہر حالت میں توبہ و استغفار کرتا رہے۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے لیے بڑی بشارت آئی ہے جو دن رات استغفار کرتے ہیں۔ خصوصًا وہ لوگ جو رات کی تاریکی میں جب ساری دنیا سو رہی ہو، رات کے ختم پر اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز ہوں، ان کی آنکھیں نم اور دل سوز و گداز سے معمور ہوں، ان کی زبانیں عفو و مغفرت کی طلب کے الفاظ سے تر ہوں اور وہ "وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (اور وہ لوگ صبح سویرے استغفار کرتے ہیں) کے مصداق ہوں۔

دوسری جگہ اہل ایمان کی شان یہ بتائی گئی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۔	اور ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، پکارتے ہیں اپنے رب کو خوف اور لالچ سے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (تحریم ۲)	اے ایمان والو! اللہ کی طرف سچی توبہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔ (ھود ۶)	اپنے رب سے بخشش چاہو پھر اس کی طرف توبہ کرو۔

عام مسلمانوں کے لیے استغفار

اپنے لیے استغفار کرنا تو اپنی جگہ اہم ہے

ہی، لیکن ایک مسلمان کی شان یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے لیے بھی استغفار کرے اور مغفرت چاہنے کے وقت دوسرے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو بھی یاد رکھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ (محمد ع۲)	آپؐ اپنے لیے مغفرت چاہیے اور مومن مردوں وعورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔

ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا، اس کے لیے ہر مومن مرد وعورت کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔ (طبرانی)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بھی ہمیشہ اپنی مغفرت کی طلب کے ساتھ ساتھ والدین اور سارے مسلمانوں کے لیے عفو و مغفرت کے طالب رہتے تھے۔ جس کو قرآن مجید نے اس طرح ذکر فرمایا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (ابراہیم ع۶)	اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بخش دے اور تمام ایمان والو کو بخش دے قیامت کے دن۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو خیر و برکت کی بشارت دی ہے جو خود غرضی سے کام نہ لیں بلکہ سارے مسلمانوں کی ان کو فکر ہو۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو بندہ عام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے ہر روز ۲۷ بار اللہ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرتا ہے وہ اللہ کے ان مقبول بندوں میں شمار کیا جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔ (طبرانی)

مرنے والوں کے لیے استغفار

مرنے کے بعد انسان بالکل بے اختیار ہو جاتا ہے، اس کے عمل کرنے اور زبان کو کام میں لانے کا زمانہ گذر جاتا ہے۔ وہ زندہ لوگوں کے اعمال اور اپنے حق میں استغفار کا شدید محتاج ہوتا ہے۔ حدیث میں مرنے والے کی مثال اس شخص سے دی گئی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لیے چیخ و پکار کر رہا ہو، وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں یا باپ بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعائے رحمت ومغفرت کا تحفہ پہونچے، جب کسی کی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہونچتا ہے تو وہ اس کو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب اور عزیز ہوتا ہے، اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کے لیے زندوں کا خاص تحفہ ان کے لیے استغفار ودعائے مغفرت کرنا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت میں کسی مردِ صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار میرے درجہ اور مرتبہ میں کس وجہ سے ترقی ہوئی اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے"

(مسند احمد)

والدین کا حق دعائے مغفرت

ماں باپ کے احسانات کا بدلہ زندگی میں تو یہ ہے کہ اولاد ان کی خدمت کرے، ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے، ان کے چشم و ابرو کو دیکھے اور نافرمانی کا ایک کلمہ بھی زبان سے نہ نکالے اور انتقال کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے، ان کے لیے قرآن شریف کی تلاوت کرے، اور ثواب پہونچائے، دعائیں کرے، استغفار کرے، اس لیے کہ والدین زندگی میں اولاد کی محبت و خدمت کے جتنے محتاج تھے، اس سے زیادہ مرنے کے بعد ہوتے ہیں، اور ہر لڑکے لڑکی کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے لیے مسلسل دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

استغفار کے کلمات

اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ جس زبان میں چاہے استغفار کرے، جن الفاظ میں چاہے استغفار کے کلمات ادا کرے صرف دل کی سچائی اور حضوری ضروری ہے۔ زبان سے الفاظ کا ادا کرنا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن ہمارے

آپ کے سردار و آقا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے جن الفاظ کو ادا فرمایا ہے وہ ہم سب کے لیے باعث خیر و برکت اور تاثیر کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے ان مبارک الفاظ کا زبانوں پر لانا بڑی خیر و برکت کی بات ہے اور یہ مبارک الفاظ سرکار والا تبار کی زبان سے نکلے ہی ہیں۔ صحابہؓ کرام، اولیاء عظامؒ اور لاکھوں مقبول بندوں کی زبانوں سے بھی ادا ہوئے ہیں۔

بلال بن یسارؒ اپنے والد اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کیا

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ	میں اس اللہ سے معافی اور بخشش
اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ	چاہتا ہوں جو حی و قیوم ہے اور
اِلَیْہِ	اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

تو وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا، اگرچہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد)

استغفار کے اور بہت سے الفاظ وارد ہوئے۔ سب سے مختصر استغفار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ہے، اس سے بڑا

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ	میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں
کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ	ہر گناہ سے اور اس کی طرف توبہ

اِلَیہِ۔ کرتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ بھی ہے جس کے معنی ہیں، اے اللہ میری بخشش فرما۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ اے رب میری بخشش کر۔ استغفار کے سلسلے میں ایسے کلمات بھی وارد ہوئے ہیں، جن کو سید الاستغفار کہتے ہیں، سید الاستغفار مشہور استغفار ہے اور اس کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے، اور اس کی غیر معمولی فضیلت بیان فرمائی ہے، آپؐ نے فرمایا ہے کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، تجھی نے مجھ کو پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم رہوں گا، تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانیاں کیں۔ اے میرے مالک تو مجھے

معاف کردے اور میرے گناہ بخش
دے۔ تیرے سوا میرے گناہ کوئی
نہیں بخش سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندے نے اخلاص اور دل کے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں اللہ کے حضور میں یہ عرض کیا اور اسی دن رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آگئی تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا اور اسی طرح کسی نے اگر رات کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ کلمات عرض کیے اور صبح ہونے سے قبل وہ انتقال کر گیا تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری)

توبہ واستغفار سے اللہ کو خوشی

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ واستغفار سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے جس طرح وہ بندوں کے مانگنے اور سوال کرنے، دعا کرنے اور اپنے مالک سے مناجات کرنے سے جتنا خوش ہوتا ہے، اتنا توبہ واستغفار سے خوش ہوتا ہے. توبہ واستغفار بھی دعا اور سوال کرنے کی قسم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی اس خوشی کی مثال ایک واقعہ سے دی ہے، آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جو کسی ایسی غیر آباد اور سنسان جگہ پر گیا ہو جو سامان زندگی سے خالی اور اسباب ہلاکت سے بھرپور ہو،

اس مسافر کے ساتھ صرف اس کی سواری کی اونٹنی ہو، اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ آرام کے لیے سر رکھ کر لیٹ جائے اور اسے نیند آجائے، پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی غائب ہے، وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو، یہاں تک کہ گرمی و پیاس وغیرہ کی شدت سے اس کی جان پر بن جائے تو وہ سوچنے لگے کہ میں اسی جگہ جاکر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک مجھے موت آجائے، پھر وہ اپنے بازو پر سر رکھ کر مرنے کے لیے لیٹ جائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا پورا سامان ہے تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگا، خدا کی قسم، مومن بندے کے توبہ کرنے سے خدا اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کے بتانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ کو کتنا خوش کرتا ہے۔ اور توبہ واستغفار کرنے والے بندوں کے لیے دنیاوی و دینی لحاظ سے خیر و فلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا تھا کہ توبہ واستغفار کا تعلق خصوصی طور پر دل سے ہے اس کے لیے اخلاص، خدا کا خوف، حسن نیت اور ارادہ کی پختگی ضروری ہے۔ زبان اس کا ذریعہ ہے۔ ہم سب کے لیے ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے صبح و شام، شب و روز کے مختلف اوقات میں توبہ واستغفار کے کلمات سے

اپنی زبانوں کو تر رکھیں اور اپنے مالک کو راضی کرنے کی فکر کریں، اپنے گناہوں پہ نادم ہوں اور ان کو چھوڑنے کی فکر کریں۔

درود وسلام

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

محسن عالم سرور کائنات حضور پرنور سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی جن کی توصیف وتعریف کا کوئی زبان اور کوئی قلم حق ادا نہیں کر سکتا، اور آخری بات حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو آپ کے شاعر منبر بھی تھے اور صحابی بھی ان اشعار میں کہہ دی ہے:

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہتر میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، اور آپ سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو بھی عورتوں نے نہیں جنا، آپ پیدا ہوئے

تو اس حال میں کہ آپؐ میں کسی قسم کا عیب اور
خامی نہ تھی، گویا آپؐ اپنی پسند کے مطابق پیدا
ہوئے۔

اس ذات گرامی کا وصف اور یہ گنہگار قلم آپؐ کا نام نامی اور یہ گندی زبان، دونوں میں کیا نسبت ہے

وہ رسالتمآب اور شہ دو جہاں　　پاک نام آپؐ کا لے یہ گندی زبان
ہے مجال اس کی کیا اور جرأت کہاں　　اک خیال آ گیا اور آنسو رواں

سید ولد آدم وہ خیر الانام
آپؐ پر میرے لاکھوں درود و سلام

لیکن زبان کی خوبیوں میں ایک مایہ ناز خوبی آپؐ کے نام نامی کو سُن کر یا بے سُنے درود شریف کا پڑھنا اور اس کا ورد رکھنا ہے، اس لیے اس کے آداب، اوقات اور چند فضائل کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ زبان بڑی بدنصیب ہے جو درود شریف سے محروم رہے وہ شخص بڑا نامراد ہے جس کی زبان پر درود شریف کے الفاظ نہ آئیں۔ مشہور حدیث ہے کہ

"ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے، پہلے زینے پر قدم مبارک رکھے تو فرمایا، آمین، دوسرے پر تشریف لے گئے، تو فرمایا آمین، تیسرے پر قدم رنجہ فرمایا، تو آمین فرمایا، صحابہؓ نے بعد میں پوچھا یا رسول اللہؐ آپؐ کی زبان مبارک سے ہم لوگوں نے تین بار آمین کا لفظ سنا مگر وجہ نہیں معلوم ہو سکی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں جب منبر پر گیا، تو حضرت جبرئیلؑ آئے تو انھوں نے کہا، وہ آدمی نامراد ہو جو اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی

حالت میں پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ پا سکے، میں نے آمین کہا۔ دوسرے زینے پر پہونچا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا بد بخت ہے وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا نام نامی آئے اور وہ درود شریف نہ پڑھے جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا، بدنصیب ہے وہ آدمی جو رمضان المبارک کو پائے اور عبادت کر کے اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔"

حدیث بالا کے مضمون سے درود شریف کی اہمیت معلوم ہوجاتی ہے اس لیے ہر مسلمان مرد و عورت پر لازم ہے کہ وہ درود شریف سے غافل نہ ہو۔ اپنے اکثر اوقات کو اس مبارک جملے سے منور کرتا رہے، یہ کتنی احسان فراموشی کی بات ہے کہ جس ذات گرامی کے احسانات ہم سب پر بے شمار ہوتے ہیں، دنیا میں جو کچھ ہماری عزت ہے، جو توقیر ہے، جو کھا کما رہے ہیں، یہ سب اس ذات گرامی کے قدوم میمنت لزوم کا نتیجہ ہے، ورنہ ہماری حیثیت کیا ہے ؟ دنیا کی ساری انسانیت آپؐ ہی کے دم قدم سے ہے۔ آپؐ دنیا میں تشریف لائے، دنیا کو انسانیت کا پیام دیا۔ زندگی گذارنے کا سلیقہ بتایا اسلام جیسا عظیم المرتبت مذہب عطا فرمایا۔ اور خدا کی طرف سے ایمان و یقین کی دولت بخشی، ہم اس ذات گرامی کی خدمت میں ہدیۂ درود شریف پیش کرنے میں بخل سے کام لیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے
عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں،
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا	اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود

تَسْلِيْماً ۝ (الاحزاب۔ ع ۷) وسلام بھیجو۔

ایک کے بدلے دس

یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس گنا ثواب ملتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَیَّ	فرمایا، جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود
صَلَاةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ	شریف پڑھتا ہے، اللہ جل شانہ اس پر
عَلَیْهِ عَشْرًا (رواہ مسلم)	دس مرتبہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

جنت میں قربت

ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جنت نصیب ہو اور پھر جنت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت ملے، یہ تو ہر مسلمان کی تمنا اور آرزو ہوگی۔ لیجیے اس کا نسخہ بھی معلوم کر لیجیے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اَوْلَى النَّاسِ	ارشاد فرمایا، بلاشک قیامت میں لوگوں
بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَیَّ	میں سے سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ
صَلٰوةً (رواہ الترمذی)	شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے۔

ظلم وجفا

یہ کتنے ظلم وجفا، بے مروتی اور احسان فراموشی کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کو سُن کر بھی کوئی درود نہ پڑھے، اس سے بڑھ کر کوئی بخیل اور نامراد نہیں ہوسکتا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ بات ظلم کی ہے کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے"

بخیل کون ہے؟

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ۔ (رواہ الترمذی)	حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

سب سے بہتر درود

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے درود کے الفاظ ثابت ہیں، اور ان سب کے بڑے ثواب اور اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں، کچھ درود مختصر ہیں، کچھ طویل، کچھ درمیانی، ان سب کے فضائل آئے ہیں، جن کا ذکر کرنا اس وقت ممکن نہیں، لیکن درودوں میں زیادہ فضیلت والا درود شریف وہ ہے جو نماز میں التحیات کے بعد ہر نمازی پڑھتا

ہے، جس کو "درود ابراہیمی" کہا جاتا ہے۔

حضورؐ تک درود کیسے پہونچتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ تک درود پہونچانے کے لیے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جن کا کام ہی یہ ہے کہ کہیں بھی کسی نے درود پڑھا وہ فرشتے حضورؐ کی خدمت میں پہونچا دیتے ہیں۔ احادیث سے ثابت ہو کہ جو درود شریف مواجہ شریف پر پڑھا جاتا ہے، وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں۔ اس لیے کہ سارے انبیاء کرامؑ زندہ ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو افضل الانبیاء اور خاتم النبیینؐ ہیں، آپؐ تو ضرور زندہ ہوں گے۔ باقی وہ درود جو مواجہ شریف کے علاوہ دور دراز علاقوں میں لوگ پڑھتے ہیں اس کو فرشتے آپؐ کی جناب میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر درود پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔

درود شریف سے شفاعت

شفاعت بھی ہر مسلمان کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے، جس کو آپؐ کی شفاعت نصیب ہوگئی وہ بامراد ہوگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	روایت ہے کہ جو شخص صبح و شام دس
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ	دفعہ درود شریف پڑھے گا اس کو
حِيْنَ يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِي	شفاعت نصیب ہوگی۔"

عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (طبرانی)

صدقہ کی جگہ درود شریف

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے صدقہ نہیں کر سکتے اور وہ اس نعمت سے محروم رہتے ہیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی بدل عطا فرما دیا، آپ فرماتے ہیں:

"جو شخص صدقہ نہ کر سکے وہ مجھ پر درود پڑھے۔"

درود شریف کے اوقات

درود شریف ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے، سوائے اس کے کہ گندی جگہ اور ناپاک نہ ہو، اس لیے کہ ایسے موقعوں پر درود شریف پڑھنا خلاف ادب ہے۔

لیکن اس کے بہت سے خصوصی اوقات ہیں۔ بزرگوں نے ان اوقات کو ذکر فرمایا ہے، آپ بھی چند اوقات پڑھ لیجیے۔

(۱) وضو اور تیمم کے بعد۔ (۲) غسل جنابت کے بعد۔ (۳) نماز کے اندر اور باہر (۴) نماز شروع کرنے کے وقت (۵) صبح کی نماز کے بعد۔ (۶) مغرب کی نماز کے بعد۔ (۷) التحیات پڑھنے کے بعد۔ (۸) قنوت میں۔ (۹) تہجد کے لیے کھڑے ہوتے وقت (۱۰) مساجد پر گذرتے وقت۔ (۱۱) مساجد کو دیکھ کر۔ (۱۲) مسجد میں داخل ہو کر (۱۳) مسجد سے نکلتے وقت۔ (۱۴) اذان کے جواب میں۔ (۱۵) جمعہ کے دن (۱۶) جمعہ کی رات کو۔ (۱۷) جمعہ کے خطبہ میں۔ (۱۸) عیدین کے خطبے میں۔ (۱۹) شنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ کو۔ (۲۰)

استسقاء کی نمازیں، کسوف (سورج گرہن) خسوف (چاند گرہن) کے خطبوں میں۔ (۲۱) عیدین اور جنازہ کی تکبیرات کے درمیان۔ (۲۲) میت کو قبر میں اتارتے وقت۔ (۲۳) جب کعبہ پر نظر پڑے۔ (۲۴) صفا مروہ پر چڑھتے وقت (۲۵) لبیک سے فراغت پر۔ (۲۶) حجر اسود کے بوسے کے وقت۔ (۲۷) ملتزم پر سے ہٹتے وقت (۲۸) عرفہ کی شام کو۔ (۲۹) منیٰ کی مسجد میں (۳۰) مدینہ پر نگاہ پڑتے وقت۔ (۳۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت (۳۲) رخصت ہوتے وقت۔ (۳۳) اذان کے بعد جواب اور درود شریف۔ (۳۴) دعا مانگتے وقت۔ (۳۵) وصیت لکھتے وقت۔ (۳۶) تجارت کے وقت (۳۷) جانور کو ذبح کرتے وقت۔ (۳۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ شریفہ جیسے بدر وغیرہ پر گذرتے وقت (۳۹) ہر ضرورت کے وقت۔ (۴۰) غم، بے چینی، پریشانی کے وقت۔ (۴۱) فقر میں (۴۲) دعا کے اول آخر (۴۳) کان بجنے، پاؤں سونے، چھینک آنے، کسی چیز کو رکھ کر بھول جانے اور کلام کے افتتاح کے وقت۔

یہ چند مواقع لکھے جاتے ہیں، ان سب موقع پر پڑھا جائے تو باعث ثواب اور مفید ہے۔

ایک واقعہ

درود شریف پڑھنے کے ثواب اور اس کے اجر کے بہت سے واقعات کتابوں میں درج ہیں، ہم آخر میں صرف ایک واقعہ لکھتے ہیں:

"ایک صاحب کا انتقال ہوا، کسی نے خواب دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور اس پر ایک تاج جو جواہر اور

موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے ان سے پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ جل شانہٗ نے میری مغفرت فرمادی اور میرا بہت اکرام کیا اور مجھے تاج عطا فرمایا، اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود کی وجہ سے ہوا۔" (قول بدیع)

درود تو درود ہے، خواہ وہ نثر میں ہو یا نظم میں، جس کو نعت و سلام کہتے ہیں بہت سے شاعروں نے نعت و سلام سے اپنی زبانوں کو پاکیزہ بنایا ہے۔ قصیدہ بردہ اور جامی کے اشعار اس پر گواہ ہیں، اللہ ہم سب کو درود شریف اور نعت و سلام کہنے، پڑھنے اور یاد کرنے کی توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

سلام کرنا

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا	جب تم گھروں میں جانے لگو تو
عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ	اپنے لوگوں پر سلام کرو، یہ دعائے
عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً	خیر اللہ کی طرف سے برکت والی
(النور ع ۸)	اور عمدہ ہے۔

سلام کے معنی امن وسلامتی کے ہیں، یہ ایک دعا ہے، جو مسلمان دوسرے مسلمان کو دیتا ہے، قرآن وحدیث میں اس دعا کی تاکید آئی ہے۔ اور اس کے خاص الفاظ بتائے گئے ہیں، اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات، صرف السلام علیکم کہنا بھی کافی ہے، مگر پورے الفاظ کا کہنا زیادہ فضیلت اور ثواب کی بات ہے، زبان پر ان الفاظ کا بار بار آنا بڑی خوبی کی بات ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو خطاب کرنے سے پہلے یہ الفاظ کہتا ہے، وہ ملتے ہی گویا پہلے دعا دیتا ہے، پھر دعا کرتا ہے، اس دعا میں پہچانے نہ پہچاننے کا کوئی فرق نہیں، ہر ایک کو سلام کرنا چاہیے، عزیز ہو، غیر ہو، جان پہچان

ہو یا اجنبیت، سلام کرنا اسلام کا شعار ہے، اس سے محبت بڑھتی ہے، بے گانگی اور اجنبیت دور ہوتی ہے۔ تعلق پیدا ہوتا ہے اور دلوں میں جو کدورت پیدا ہو جاتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے فضائل، اس کے آداب، اس کا طریقہ سب کچھ بتلایا ہے۔

سلام کے الفاظ

سلام کے الفاظ جیسا کہ اوپر ذکر کیے گئے ہیں، صرف السلام علیکم بھی ہیں، اور اس پر "رحمۃ اللہ وبرکاتہ" کا اضافہ بھی، دونوں کا اختیار ہے، صرف ثواب کی کمی اور زیادتی ہو جاتی ہے۔ سلام کی ابتدا حضرت آدمؑ کے وجود میں آنے سے ہوئی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ" فَقَالُوْا: "اَلسَّلَامُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتوں کی ایک جماعت، ایک جماعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، جاؤ ان لوگوں کو سلام کرو، اور وہ جو تم کو دعائیں دیں وہ غور سے سننا کہ یہی دعا تمہاری اور تمہاری اولاد کے لیے ہوگی، حضرت

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

متفق علیہ

آدم علیہ السلام تشریف لے گئے اور کہا السلام علیکم، فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تو انہوں نے ورحمۃ اللہ کا اضافہ کیا، (بخاری ومسلم)

سلام کا اجر وثواب

سلام کے الفاظ کی کمی بیشی سے ثواب کی کمی بیشی ہو جاتی ہے، جیساکہ آنے والی حدیث سے وضاحت ہوتی ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلَاثُوْنَ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا "السلام علیکم" آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، دس (یعنی اس کے لیے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک آدمی اور آیا، اس نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپؐ نے سلام کا جواب دیا، پھر وہ آدمی بیٹھ گیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا بیس (یعنی اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی

گئیں، پھر ایک تیسرا آدمی آیا اس نے کہا
"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آپ نے
فرمایا، "اس کے لیے تیس نیکیاں ثابت
ہوگئیں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

سلام کی ابتدا کرنے والا

سلام کی ابتدا کرنا بڑی فضیلت رکھتا ہے، اور یہ بڑے شرافت کی بات ہے کہ آدمی ملنے والے سے دعا کی پہل کرے، جواب تو بہرحال آدمی دیتا ہے، لیکن پہل کرنے والا بلند درجہ رکھتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰہِ مَنْ بَدَاَ ھُمْ بِالسَّلَامِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لوگوں میں اللہ کے قرب اور اس کی رحمت کا زیادہ مستحق وہ بندہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

دوسری جگہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
"سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے" (بیہقی)

آتے جاتے سلام

بعض لوگ صرف ملاقات کے وقت سلام کرتے ہیں، اور رخصت ہوتے وقت نہیں کرتے، حالانکہ آتے جاتے سلام کرنے کا حکم ہے، چاہے وہ گھر میں ہو،

مجلس میں ہو، کسی فرد سے ملاقات کا وقت ہو، ہر حالت اور موقع پر آتے جاتے سلام کرنا چاہیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَهٰی اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَجْلِسِ فَلْیُسَلِّمْ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ فَلْیُسَلِّمْ فَلَیْسَتِ الْاُوْلٰی بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب تم کسی مجلس میں پہونچو تو سلام کرو پھر جب اٹھنے کا ارادہ کرو تو سلام کرو اس لیے کہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ اعلیٰ اور بالا نہیں ہے (یعنی دونوں سلاموں کا ایک ہی درجہ ہے)۔

سلام کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کی بڑی ہدایت فرمائی ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لوگو! خداوند رحمان کی عبادت کرو اور بندگان خدا کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو خوب پھیلاؤ، تم جنت میں سلامتی کے ساتھ پہونچو گے" (ترمذی)

اسلام کی بہتر بات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص

سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔

(متفق علیہ)

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ "حضرت، اسلام میں کیا چیز زیادہ بہتر اور اچھی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا "ایک یہ کہ تم (اللہ کے بندوں کو) کھانا کھلاؤ، دوسرے یہ کہ جس سے جان پہچان ہو اس کو بھی اور جس سے جان پہچان نہ ہو اس کو بھی سلام کرو" (بخاری)

سلام سے محبت اور محبت سے ایمان

ہر مسلمان کے لیے ایمان عزیز متاع ہے، بغیر ایمان کے زندگی بے کار ہے مگر ایمان کی علامت آپس کی محبت اور یگانگت ہے، بغض وعناد، سرکشی و بے اعتنائی دل کی کدورت ایمان کو مٹاتی ہے اور محبت و تعلق ایمان کو تازگی دیتا ہے، اور سلام ایسی دعا ہے جس سے لازمی طور پر دلوں میں محبت کا بیج پڑتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ پورے مومن نہ ہو اور تم مومن نہیں ہوسکتے جبتک تم میں آپس میں

شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ

(رواہ مسلم)

محبت نہ پیدا ہو، کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتلاؤں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے (اور وہ یہ ہے) کہ سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ"

کون کس کو سلام کرے

اسلام نے سلام کرنے کے کچھ آداب رکھے ہیں، یوں تو جو بھی جس کو سلام کرے گا کرنے والے کو سلام پہونچے گا، لیکن معاشرتی آداب میں یہ بات داخل ہے کہ چھوٹے کا درجہ کم ہے، بڑے کا زیادہ، کم کا درجہ کم ہے زیادہ کا زیادہ، سلام کرنے کا طریقہ اسی حساب سے رکھا گیا ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، تنہا مجمع کو کرے، سوار پیدل چلنے والے کو کرے،

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَ الْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ وَ الْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ، وَفِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیْ وَالصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ کو سلام کریں، اور بخاری کی روایت میں ہے چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

ایک کا سلام کافی ہے یا سب کا سلام کرنا ضروری ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے آپ کے لیے یہ کتنی آسان بات رکھی ہے کہ اگر بہت سے لوگ آئے اور بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی تو سب کا سلام کرنا ضروری نہیں اور نہ سب کا جواب دینا ضروری ہے، سنیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ، انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے فرمایا ہے کہ:

"گزرنے والی جماعت میں سے اگر کوئی ایک سلام کرے تو پوری جماعت کی طرف سے کافی ہے، اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک جواب دیدے تو سب کی طرف سے کافی ہے۔" (بیہقی)

سلام کرنے کا موقع کیا ہے اور کیا نہیں

بہت سے موقعوں پر سلام کرنا خلاف ادب ہے، اس وقت سلام نہ کرنا چاہیے، جب آدمی مشغول ہو کہ جواب نہ دے سکے، یا قرآن شریف تلاوت کر رہا ہو یا نماز میں ہو یا استنجا وغیرہ کر رہا ہو، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں سلام کیا جب آپ پیشاب کے لیے بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (ترمذی)

دوسری جگہ وارد ہوا ہے:

"حضرت مقداد بن اسود ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اصحابؓ صفہ کے پاس تشریف لاتے تو آپؐ اس طرح احتیاط سے سلام کرتے کہ سونے والے نہ جاگیں اور جاگنے والے سُن لیتے۔ (ترمذی)

سلام سے برکت

سلام باعث برکت ہے چاہے جب کیا جائے، اور جس کو کیا جائے، لیکن گھر والوں کو سلام کرنے سے پورے گھر میں برکت ہوتی ہے، اور کون نہیں چاہتا کہ اس کا گھر برکت سے بھر جائے، اس کا آسان طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ	حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے
قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ	میرے بیٹے، جب تم اپنے گھر جایا کرو
عَلٰی اَھْلِكَ فَسَلِّمْ یَکُنْ بَرَکَۃً عَلَیْكَ	تو گھر والوں کو سلام کیا کرو، تو تم پہ
وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِكَ (رواہ الترمذی)	اور تمہارے گھر والوں پہ برکت ہوگی

خود اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے:) "جب گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، یہ دعائے خیر اللہ کی طرف سے برکت والی اور عمدہ ہے۔" (نور)

مسلمان اور غیر مسلم کا کیا فرق ہے؟

ہر مسلمان کو حکم ہے کہ جب وہ مسلمان بھائی سے ملے تو السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے،

اور وہ مسلمان اس کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہے، لیکن اگر کسی غیر مسلم سے ملاقات ہو تو یہ اصطلاحی الفاظ نہ کہے کہ یہ شعار اسلام میں سے ہے، نہ غیر مسلم کے سلام کا جواب ان اصطلاحی الفاظ میں دے کہ یہ سلام کے الفاظ اہل اسلام کے لیے مخصوص ہیں، ہاں اگر کسی جگہ مشترک مجمع ہو تو "السلام علیکم" کہا جا سکتا ہے یا اگر غیر مسلم سلام کرے تو صرف "وعلیکم" کہے یعنی اور تم پر بھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ کافر کے سلام کے جواب میں ہداک اللہ (یعنی اللہ تم کو ہدایت دے)۔

کسی کا سلام پہونچایا جائے تو کیا کہنا چاہیے؟

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ کوئی شخص اگر کہتا ہے کہ فلاں نے تم کو سلام کہا ہے تو سننے والا ــــ اگر یہ کہے "وعلیکم السلام" تو یہ دعا سلام پہونچانے والے کے حق میں ہو جاتی ہے، حالانکہ سلام کسی اور شخص نے کہلایا ہے، ایسے موقع پر اسلام نے ہم کو حسب ذیل الفاظ کہنے کو بتائے، علیکم وعلیہ السلام، تم پر اور سلام کہنے والے پر سلامتی ہو، ان الفاظ سے کہنے والا اور کہلانے والا دونوں دعا کے مستحق بن جاتے ہیں اسلام کے بتائے ہوئے الفاظ کتنے جامع ہیں۔ کسی مذہب میں بھی ایسے جامع کلمات اور دعائیہ الفاظ نہیں ملیں گے۔ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہم کو آپ کو اسلام جیسا مبارک مذہب عطا فرمایا۔

افسوس ہے کہ ہم لوگ ایسے مبارک دعائیہ الفاظ سے اپنی کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے محروم رہتے ہیں، ملاقات کرتے وقت سلام کہنے میں بخل سے کام لیتے ہیں نہ تو شوق و ذوق سے سلام کرتے ہیں، نہ جواب دیتے ہیں۔ یہ کتنی محرومی کی بات ہے

حضرت ابن عمرؓ کا شوق سلام

حضرت طفیل بن ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گھر آتے، پھر دونوں مل کر بازار جاتے، حضرت طفیل کہتے ہیں کہ "جب ہم دونوں بازار جاتے تو حضرت ابن عمرؓ جس کسی کے پاس سے گذرتے، اس کو سلام کرتے، میں ایک دن عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا، انھوں نے فرمایا "بازار چلو" میں نے کہا "آپ بازار جاکے کیا کیجیے گا، نہ تو آپ سودے والے کے پاس ٹھہرتے ہیں، نہ خرید وفروخت کی بابت سوال کرتے ہیں، نہ مول تول کرتے ہیں، نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں، اس سے بہتر ہے کہ یہاں بیٹھ کر آپس میں کوئی بات چیت کریں۔

انھوں نے جواب دیا، اے ابابطن (موٹے آدمی) ہم تو صرف سلام کے لیے جاتے ہیں کہ جو ہم سے ملے اس کو سلام کریں۔ (مالک)

حضرت ابن عمرؓ کی یہ ادا، کتنی پیاری ادا ہے، جس میں محبت وتعلق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ یہ جذبہ کہ مسلمان بھائی کو دعا دیں، اس کی سلامتی کی فکر کریں، اس کو اچھے الفاظ سے یاد کریں۔ کتنا مبارک، اللہ کو کتنا محبوب اور اللہ کے رسولؐ کو کتنا پسند ہے۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ میں محبت وتعلق عام تھا، اور ہر ایک دوسرے کے لیے جان تک دینے کو تیار رہتے تھے۔

آج ہمارا حال اس سے بالکل مختلف ہے، جان دینا تو کجا، جان لینے کی فکر رہتی ہے اور یہ سب اللہ ورسولؐ کے ارشادات کے خلاف کرنے کا نتیجہ ہے۔ آئیے، ہم سب سلام کرنے کی عادت ڈالیں اور صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے اپنے بھائی کی خیر کی دعا کریں، اس کا بھلا چاہیں اور محبّت والفت کی بنا ڈالیں اور اس کا

سب سے اولین اور بہتر طریقہ سلام کرنے کا ہے۔ یہ زبان کی ایک خوبی بھی ہے اور باعث خیر و برکت بھی۔

اچھی بات کا حکم دینا، بُری بات سے روکنا

زبان کی خوبیوں میں ایک بڑی اور قابلِ رشک خوبی یہ بھی ہے کہ نیک اور اچھی بات کا حکم دے یعنی امر بالمعروف کرے اور بری بات سے روکے، یعنی نہی عن المنکر کرے، یہ مبارک کام انبیائے کرامؑ اور اصحاب کرامؓ کا ہے، اور جو کام انبیائے کرامؑ یا صحابۂ کرامؓ کا مشغلۂ زندگی ہو، اس کام کی برکت کا کیا کہنا، سارے انبیائے کرامؑ نے اپنی اپنی قوم کو نیک زندگی گذارنے کا حکم دیا اور اس راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں، گالیاں سُنیں، پتھر کھائے، زخمی ہوئے اور ان کا بائیکاٹ کیا گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا، لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو، کامیاب ہوگے، پھر آپؐ طائف تشریف لے گئے اور بڑے بڑے سرداروں کو اسلام و ایمان کی دعوت دی، ان سرداروں نے آپؐ کو اتنا ستایا، اور نوجوانوں سے پتھر پھکوائے، کہ آپؐ کے پیر مبارک زخمی ہوگئے اور اتنے لہولہان ہوگئے کہ تھک کر بیٹھ گئے اور اللہ پاک سے

ایسی پردرد اور اثر انگیز دعا مانگی، کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لے آئے اور اس نالائق اور موذی قوم کو سزا دینے کی اجازت مانگی، مگر آپؐ چونکہ رحمۃ للعالمین تھے، اس لیے نہ تو آپؐ نے بددعا کی نہ سزا دینے کو قبول فرمایا، نہایت ملائم اور شفقت و رحمت سے پُر الفاظ ارشاد فرمائے لیکن دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف یعنی اچھی بات کا کہنا نہ چھوڑا، وہ زبان بڑی مبارک ہے جو اچھی بات کا کہنا نہ چھوڑے اور اچھے کام کے کرنے کا حکم کرتی رہے، قرآن شریف میں ہے :

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى	اس سے اچھی بات کہنے والا کون ہوگا جو
اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ	اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے
اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (حم السجدۃ ع)	اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ	تم ایک بہترین امت ہو جو پیدا کی گئی
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	ہے لوگوں کے لیے، حکم دیتے ہو اچھی
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ	بات کا اور روکتے ہو برائی سے اور
بِاللّٰهِ ط (آل عمران ع ۱۲)	اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ایک اور جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے :

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ	اور اپنے گھر والوں کو نماز کا
(طٰهٰ - ع)	حکم دیجیے۔

دعوت کے آداب

اچھی بات کے حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام کئی طریقوں سے کیا جاسکتا ہے

نجی ملاقاتوں میں، اجتماعی طور پر تقریر کے ذریعہ، باتوں باتوں میں، چھوٹوں سے، برابر والوں سے، بڑوں سے، ان سب طریقوں کے الگ الگ اصول وآداب ہیں چھوٹوں سے محبت وشفقت سے کہنا مؤثر بھی ہے، اور مفید بھی۔ برابر والوں سے اخلاص اور تلطف سے اچھی بات کی تلقین کرنا آداب کلام میں سے ہے۔ بڑوں سے نہایت ادب واحترام کا معاملہ کرنا، اور ایسے پیرایہ میں بات کرنا جس سے بڑوں کی بڑائی اور عظمت میں فرق نہ آئے، زبان کی ہزار خوبیوں میں ایک خوبی ہے، نجی ملاقاتوں میں بات کرنے میں اخلاق ومنکسر مزاجی تاثیر کا درجہ رکھتی ہے، تقریر کرنے میں اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ بات جچی تلی اور لفاظی سے خالی ہو، نہ اتنی طویل ہو کہ سننے والے اکتا جائیں، نہ اتنی مختصر ہو کہ مطلب بھی ادا نہ ہو سکے، تیز اور شعلہ بیانی تقریر کی تاثیر کو کم کر دیتی ہے۔ نرم خوئی تاثیر میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون جیسے کافر اور دشمن خدا کے پاس دعوت الی اللہ کے لیے بھیجا تو فرمایا:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ) تم دونوں اس سے نرم بات کرنا۔

حدیث شریف میں حضورؐ کا ارشاد آیا ہے کہ بشارت سے کام لو، نفرت پیدا کرنے والی بات نہ کہو، نرمی اور آسانی پیدا کرو، تنگی اور سخت بات سے پرہیز کرو۔

امر بالمعروف میں جو لوگ کوتاہی کرتے ہیں، برائی ہوتے دیکھتے ہیں، مگر اس سے روکتے نہیں، اچھی بات کے کہنے کے وقت بھی اچھی بات نہیں کہتے، اسلام وایمان کی دعوت نہیں دیتے اور اپنی زبان کو بند رکھتے ہیں، تو وہ اللہ ورسول کی ناراضگی

مول لیتے ہیں، اور اپنی زبان کا حق ادا نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے لیے بڑی وعید آئی ہے، حدیث شریف میں یہاں تک آیا ہے:

"جو شخص تم لوگوں میں سے کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو اپنے دل میں بُرا جانے، اور یہ ایمان کی بڑی کمزوری ہے۔"

قول وفعل میں صداقت پیدا کرنے والے کو اس کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، کہ وہ کہنے سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو، قرآن شریف میں ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ	اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو
مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا	جس پر تم خود عمل پیرا نہیں ہوتے، اللہ
عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا	کے نزدیک یہ بات بڑی غصہ اور ناراضگی
لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصف ع)	کی ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہیں کرتے،

بعض لوگ تبلیغ ودعوت کا کام نہیں کرتے کہ وہ خود عمل پیرا نہیں ہوتے، نہ تو خود عمل کریں نہ دوسروں سے کہیں، گویا دو گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اول خود نیک عمل نہ کرنا، دوم اپنی زبان سے اس ضروری فریضہ دعوت وتبلیغ کا کام نہ کرنا۔

بعض لوگوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ خود تو نیک ہوتے ہیں، اچھے اعمال کرتے ہیں نمازی ہوتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، سچ بولتے ہیں، مگر دوسروں کو نماز، روزہ کی نصیحت نہیں کرتے، نہ سچ کے متعلق کہتے ہیں، اپنا عمل اپنی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں، یہ بھی بڑی نادانی کی بات ہے کہ خود تو آگ سے بچنے کی کوشش کریں اور دوسرے کو آگ میں جلنے دیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک نابینا اور ایک آنکھوں والا آدمی

کنویں پر پہونچا، اور آنکھوں والا سامنے کنواں دیکھ کر رک گیا، بیٹھ گیا، اور گرنے سے بچ گیا، تھوڑی دیر میں اندھا آدمی آگیا اور کنویں میں گرنے لگا، آنکھوں والا آدمی خاموش رہا، اور نابینا کو گرتے، ہلاک ہوتے دیکھتا رہا، نہ ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا نہ زبان سے روکا، بس دل سے برا جانتا رہا، اس کے برے جاننے سے، گرنے والے کو کیا فائدہ پہونچا۔

بس یہی حال اس نیک شخص کا ہے کہ خود تو دوزخ سے بچنے کا سامان کرتا رہا، اور دوسرے کو دوزخ کا مستحق بنتے دیکھتا رہا، مگر ان کاموں سے نہ روکا، جن کے کرنے سے وہ شخص دوزخ میں جا رہا ہے۔

یہ طرز عمل خود غرضی کا سبب ہے، اور ایسا خود غرض شخص یا قوم بھی عذاب و سزا سے نہیں بچ سکتی، جس طرح کسی جگہ کی ہوا خراب ہو اور کوئی مرض عام ہو، گندگی پھیلے، مگر ڈاکٹر یا حکیم، نہ صاف رہنے کی ہدایت کرے، نہ مرض دور کرنے پر غور کرے، خود بہت صاف رہے، اور مرض سے محفوظ ہو تو کب تک محفوظ رہ سکے گا جب فضا مکدر اور گندگی ہوگی، جراثیم پھیلیں گے، اور وہ مرض ڈاکٹر یا حکیم کے گھر تک پہونچے گا کسی بستی میں آگ لگ جائے، چھپر جلنے لگیں، آگ پھیلنے لگے، قریب کے گھر میں رہنے والے اپنے اس چھپر کو دیکھ دیکھ کر مطمئن رہیں، جو آگ کی لپیٹ میں نہیں آیا ہے، نہ آگ بجھائیں، نہ بجھانے کو کہیں، تو وہ آگ پھیلتے پھیلتے اس محفوظ چھپر تک پہونچے گی اور وہ بھی جل جائے گا، جو لوگ گناہوں سے خود رکتے ہیں لیکن دوسروں کو روکتے نہیں، اور اپنے نیک اعمال پر مطمئن رہتے ہیں تو گناہوں کے نتائج سے وہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ قرآن شریف کے چھٹے پارے میں بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے ایسے

لوگوں کا حشر و انجام تبلایا گیا ہے جو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے، اور خود اس پر عمل پیرا رہتے تھے۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے:

"بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے، ان پر لعنت کی گئی تھی داؤدؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے، جو برا کام انھوں نے کر رکھا تھا، اس سے ایک دوسرے کو منع کرتے تھے، واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔" (مائدہ ترجمہ حضرت مولانا تھانویؒ)

دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر یعنی اللہ کی طرف بلانا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، یہ ایک فریضہ ہے، جو مجموعی طور پر ہر امت پر فرض تھا، لیکن خصوصی طور پر ہم مسلمانوں پر فرض ہے، اور جب تک مسلمانوں نے یہ اہم فریضہ انجام دیا، اس وقت تک مسلمانوں میں دین داری رہی اور علم و دین کا ذوق و شوق اور تعلق مع اللہ باقی رہا، خواہ یہ کام مدرسوں کے ذریعہ کیا جائے، خانقاہوں کے راستے سے کیا جائے، عمومی خطابوں، تقریروں کے ذریعہ انجام دیا جائے یا گشتوں اور چلتے پھرتے کیا جائے۔

تبلیغ و دعوت کا کام ہر مسلمان پر لازم ہے، خواہ وہ عالم ہو، اَن پڑھ ہو، تاجر و کارخانہ دار، ملازم ہو یا کوئی پردہ کرنے والا، سب کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود دین سیکھے اور دوسروں کو دین سکھائے اور اپنی زبان کو اس مبارک کام میں استعمال کرے۔

نرمی و خاکساری

اس کام کا بڑا ادب یہ ہے کہ نرمی و خاکساری سے کام لے اور درشتی

وسخت گیری سے بچے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ع ۱۶) اللہ کے راستہ کی طرف بلاؤ، حکمت اور اچھے موعظت کے ساتھ۔

وہ زبان کتنی اچھی ہے جو حکمت، موعظت کے ساتھ نصیحت اور وعظ و نیکی کا حکم کرے اور ہر ایک سے اخلاق و خاکساری کا معاملہ کرے اور حکمت و موعظت اختیار کرے۔

سچ بولنا

سچی بات زبان سے کہنا سب سے بڑی خوبی اور انسانیت کا کمال ہے، وہ لوگ قابل عزت واحترام ہیں جو ہر حال میں سچ بولتے ہیں، چاہے ان کے لیے فائدہ مند ہو یا نقصان رساں، سچ بولنے ہی میں نجات ہے اور سچ نہ بولنے میں ہلاکت وتباہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ	سچ بولنے کو لازم پکڑو، بے شک
فَإِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِي	سچ بولنا نجات دیتا ہے، اور جھوٹ
وَالْكِذْبَ يُهْلِكُ۔	بولنا ہلاک کرتا ہے۔

بات بنانے اور جھوٹ بولنے سے عارضی طور پر چھٹکارا مل جاتا ہے، مگر انجام اچھا نہیں ہوتا، اسی طرح سچ بولنے سے چاہے کچھ عرصہ کے لیے پریشانی میں پڑ جائے مگر عاقبت اور انجام بہتر ہوتا ہے۔

اس سلسلے کا ایک اہم واقعہ ہمارے آپ کے لیے سبق بن سکتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک میں شرکت کا حکم فرمایا اور ایسے سخت موسم میں فرمایا کہ کھجور پک رہے تھے اور گرمی کی شدت تھی، ایسے موقع پر جتنے اہل

تھے سب نے اپنی پکی کھیتی اور آرام وراحت کے ہر سامان کو چھوڑ کر غزوہ میں شرکت کی، صرف منافقین رہ گئے، یا تین ایسے صحابیؓ جن کے ایمان ویقین اور محبتِ رسول میں شک نہیں کیا جا سکتا، ان تین صحابیوں میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے قوی الایمان اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ آج کل کے خیال میں رہ گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے تشریف لے آئے جتنے منافق تھے وہ آ آ کر جھوٹ بولتے رہے اور اعذار پیش کرتے رہے، آپؐ نے عذر سنے اور ان کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنی بناوٹی اور جھوٹی سچی تاویل اور غلط سلط عذر پیش کر کے وقتی چھٹکارا پاکر بہت خوش ہوئے، حضرت کعبؓ کی باری آئی اور انھوں نے پوری صداقت اور راستی کا ثبوت دیا، صحیح صحیح بات عرض کی تو آپؐ نے ناراضگی کا اظہار کیا، وہ مجلس مبارک سے اٹھے تو منافقین نے سمجھایا کہ تم ایسے عذر کرو، جیسے ہم نے کیے تو چھوٹ جاؤ گے، حضرت کعبؓ نے انکار کر دیا اور سچے بنے رہنے پر اصرار کیا، پھر صرف یہی نہیں ہوا کہ بات رفت گذشت ہوگئی ہو۔ حضرت کعبؓ آزمائش کے دور سے گذرے، مگر پوری مدت آزمائش میں جھوٹ بولنے یا تاویل کرنے کا ارادہ تک نہ کیا، سخت مراحل سے گذرے۔ آخر کار وہ وقت آیا کہ اللہ کی طرف سے ان کی برأت ہوئی اور ان کی صداقت وراست گوئی پر بشارت عظمیٰ دی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اتنے خوش ہوئے کہ مسکرا دیئے اور ان کی محبت، عشق، ایمان ویقین اور راست گوئی نے ان کو ایسے بلند مقام تک پہونچا دیا کہ کم لوگ ایسے مقام تک پہونچتے ہیں۔

ان کے برخلاف منافقین جو جھوٹ بول کر وقتی طور پر چھوڑ دیے گئے تھے اور اس چھوڑ دیئے جانے پر وہ مطمئن اور مسرور تھے اور خوشی سے بغلیں جھانکتے پھر رہے تھے، کہ ہم کو نجات مل گئی، ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی مذمت کی اور معتوب فرمایا، اور ان تین سچ بولنے والے حضرات کی برائت کی گئی اور ان کی بشارت دی گئی۔

قیامت تک لوگ ان آیات کو پڑھتے رہیں گے اور منافقین کے جھوٹ فریب اور ان تین صحابیوںؓ کی صداقت و راست گوئی کو یاد کرتے رہیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو
اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝	اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(توبہ - ع)

اس آیت میں دو باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا کا خوف اور صداقت و راست گوئی یہ دونوں صفتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں پیدا ہوجائیں وہ انسانیت کے کمال کو حاصل کر لیتا ہے، اور جو ان صفتوں سے محروم ہیں اس میں ادنیٰ درجہ کی انسانیت نہیں ان صفتوں کے پیدا ہونے سے ہر بداخلاقی، بیحیائی، بدکاری، دھوکہ، فریب، ظلم، رشوت، چوری، غرض کہ ہر گناہ اور خباثت سے آدمی بچ جاتا ہے، دوسروں کی نگاہوں میں تو اچھا اور معقول ہوتا ہی ہے، اللہ و رسولؐ کی نگاہ میں بھی اس کی وقعت ہوتی ہے، اس کا انجام بہتر اور عاقبت خیر ہوتی ہے، مبارک ہے وہ دل جس میں خدا کا خوف ہو، اور مبارک ہے وہ زبان جو راست گو اور صادق ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صداقت وراست گوئی پر بہت زیادہ زور اور توجہ دیا کرتے تھے اور مثالوں کے ذریعہ سمجھایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سچ نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے، اور نیکی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے، آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سچوں میں لکھتا ہے، اور جھوٹ گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں، آدمی جھوٹ بولتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹوں میں اور لاغیوں میں لکھ لیتا ہے۔"

(بخاری)

دیکھا آپ نے سچ اور جھوٹ کا کرشمہ کہ سچی زبان انسان کو کس بہتر مقام تک پہونچاتی ہے، اور جھوٹی اور مکار زبان کس تاریک اور مصیبت کے گھر پہونچاتی ہے۔

سچ اطمینان ہے:

دوسری جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، حضرت حسنؓ ابن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا یاد ہے:

"چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈالے، اور اس چیز کو اختیار کرو جس سے

تمہارے دل میں کھٹک نہ پیدا ہو، پس بے شک سچ اطمینان ہے،
اور جھوٹ شک ہے۔ (ترمذی)

اور آگے سنیے، جس طرح صاف و پاک، دودھ یا پانی کو ایک قطرہ گندگی کا گندہ کر دیتا ہے اور وہ قیمتی دودھ یا پاک پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اسی طرح تھوڑا سا جھوٹ سچ کو غیر معقول بنا دیتا ہے۔

اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی زبان کو سچ بولنے سے اور بولتے رہنے سے پاک سے پاک تر بنائے رکھے اور زندگی بھر ادھر توجہ رکھے کہ کسی وقت بھی جھوٹ نہ بولے، خواہ مذاق میں ہو یا کسی کے دباؤ میں، لالچ میں ہو یا عہدہ حاصل کرنے کے شوق میں، سچ سچ ہے، خواہ جب بھی اور کسی موقع پر بھی بولا جائے، جھوٹ جھوٹ ہے، چاہے کسی کام میں بولا جائے، ہاں چند مواقع ایسے ہیں جن میں اجازت دی گئی ہے، ان کو معلوم کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ موقع اور بے موقع کی پہچان اور علم ہو جائے

سچ میں بڑی برکت ہے:

اللہ تعالیٰ نے سچ میں بڑی برکت رکھی ہے، جو کام بھی انسان کرے اس میں سچ بولنے کو اپنا شعار بنالے تو اس میں خیر ہی خیر ہے، اور برکت ہی برکت ہے۔

تجارت کو عبادت بنائیے

تجارت ہی کو لے لیجیے، اگر تاجر صداقت و راست گوئی کو اپنا شعار و شیوہ

قرار دے لے تو تجارت عبادت بن جاتی ہے اور عبادت کا ثواب تاجر کو ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے والے اور امانت دار تاجر کو قیامت میں اپنے قرب کی بشارت دی ہے اور اپنی مبارک انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ ایسا قرب۔

حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک الگ نہ ہوں اگر وہ سچ بولیں تو ان کی سوداگری میں برکت دی جائے گی، اور اگر جھوٹ بولیں تو ان کی سوداگری کی برکت مٹادی جائے گی۔"

تاجروں کو سچ بولنے اور جھوٹی بات کہنے کے ہر وقت مواقع حاصل ہوتے ہیں، بہت سے تاجر اپنے مال، قیمت خرید کے بیان کرنے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اور خراب مال کو اچھا کہنے میں آسمان کے قلابے ملاتے ہیں، اور ایک زبان سے مسلسل جھوٹ بولتے رہتے ہیں، ایسے تاجروں کی زبان الگ گندی ہوتی ہے اور تجارت میں نحوست اور بے برکتی الگ آتی ہے، جس کو جھوٹا تاجر بالکل نہیں سمجھ پاتا۔

جو تاجر سچی بات کہہ دیتا ہے، خراب مال اور اچھے مال کی تمیز کرتا ہے اس کی تجارت میں ایسی برکت ہوتی ہے، جس کا وہ خود بھی اندازہ نہیں کر پاتا اس کا اعتماد بحال ہوتا ہے، لوگ اس کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کے یہاں سے مال خریدنا چاہتے ہیں، زبان پاک رہتی ہے اور دل مطمئن اور مسرور، رضائے الٰہی اور محبت خداوندی کی دولت الگ ملتی ہے۔

سچ بولنے والوں کی زبان ہلکی پھلکی، چہرہ پر نور، آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک، اور ذہن و دماغ لطیف ہوتے ہیں۔

سچ بولنا ایک نعمت:

سچ بولنے والا ایک بڑی نعمت ہے، ایسی بڑی نعمت جس پہ مال و دولت قربان، ایسی بڑی دولت جس پہ عزت و ناموس تصدق، جس کو بھی یہ نعمت ملی وہی حقیقت میں مال دار بھی ہے اور عزت و وجاہت کا مالک بھی، اور جو زبان اس سے محروم ہے وہ دو کوڑی کی ہے، وہ خود ذلیل ہوتی ہے اور دوسروں کو ذلیل و رسوا کرتی ہے، خدا ایسی زبان ہم سب کو عطا فرمائے جو سچائی اور صداقت کی حامل ہو، اور ایسی نامبارک زبان سے محفوظ رکھے، جو جھوٹ بول بول کر تباہی کے غار میں اوندھے منہ گرائے اور ذلیل و رسوا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے، اور یہ دعا ہم سب کے پڑھنے اور بار بار پڑھنے کی ہے۔

وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِيْمًا وَّخُلُقًا مُّسْتَقِيْمًا۔ تجھ سے مانگتا ہوں سچی زبان اور قلب سلیم اور صحیح اخلاق۔

سچ بولنا زبان کی خوبیوں میں ایک بڑی خوبی ہے، یہ خوبی ہے تو ساری خوبیاں ہیں اور اگر یہی خوبی نہیں ہے تو اور خوبیاں کس درجہ میں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ زبان کی ہر خوبی ہم کو، آپ کو عطا فرمائے، اور ساری خوبیوں سے ہماری زبان کو مالا مال فرمائے، اور ہماری زبان کو سراپا خوبی بنائے۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ اے اللہ ہم کو توفیق دے اس کی جس کو تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔

گفتگو اور تقریر

اللہ تعالیٰ نے جن کو بھی زبان جیسی نعمت عطا فرمائی ہے ان کو گفتگو وکلام سے چارہ نہیں خواہ وہ مجلسی گفتگو ہو یا باہمی کلام، مجمع عام میں تقریر ہو یا بر سر منبر وعظ وارشاد، فرق اتنا ہے کہ عام گفتگو یا باہمی کلام عالم وجاہل، مرد وعورت بچے بوڑھے، سب ہی کو اس سے واسطہ پڑتا ہے، اور مجمع عام میں تقریر یا بر سر منبر پڑھے لکھے اور اہل علم حضرات کا کام ہے، یہ دونوں طریقے اس زمانے میں عام ہو رہے ہیں، اور زبان ایک قینچی کی طرح چل رہی ہے، کہنے یا بولنے، تقریر کرنے یا وعظ وارشاد کا کام شروع کرنے سے پہلے کم ہی لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ ہم کو کیا کہنا ہے، حق بات کہنی ہے یا غلط بات منہ سے نکلے گی، نرم گفتگو اختیار کرنی ہے یا سخت اور دلخراش کلام زبان پر جاری ہو گا، مختصر اور موثر تقریر کرنی ہے یا طویل اور اکتا دینے والا وعظ اور خطاب ہو گا، بس جو جی میں آیا کہہ دیا، اور جو زبان پر آئی وہ گفتگو کر ڈالی، بہتوں کے دل ٹوٹے، اکثر لوگوں کو غصہ آیا، غیبت کی، چغلی کھائی، ڈانٹا، ڈپٹا، الزام تراشی کی، برے نام

رکھے، خدا کی ناراضگی مول لی اور اچھے خاصے دلوں کے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے، یہ طریقہ زبان کی خوبیوں میں نہیں ہے بلکہ زبان پر ظلم کرنے کے مرادف ہے۔

زبان کی خوبی یہ ہے کہ کسی فرد سے بات کرے تو بات کرنے والا سوچ سمجھ کر بات کرے، مخاطب کے فائدہ کی بات کرے اور خود بھی فائدہ حاصل کرے، اور جس سے بات کر رہا ہے اس کو بھی نفع پہونچے۔

سنجیدہ بات

بولنے والے کے وقار کا تقاضہ ہے کہ وہ چھوٹے سے چھوٹا کلمہ بھی زبان سے نکالے تو سنجیدگی اور متانت کا دامن نہ چھوڑے، تمسخر اور بے ڈھنگا مذاق نفع بالکل نہیں دیتا، مضرت ہی پیدا کرتا ہے، جو لوگ مذاق اور ہنسی ٹھٹھا کے عادی ہوتے ہیں وہ لطف تو وقتی طور پر حاصل کر لیتے ہیں مگر اس لطف کے پردے میں ان کو پریشان خاطری ملتی ہے، منہ سے بعض دفعہ ایسی بات نکل جاتی ہے جو دلوں کو میلا کر دیتی ہے، اور دل شکستگی کا باعث بن جاتی ہے، سنجیدہ اور باوقار کلمے اور گفتگو بولنے والے کی زبان کو مٹھاس اور قلب و دماغ کو سکون و راحت بخشتی ہے، اور مخاطب کے دل کو موہ لیتی ہے، اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے:

قُلِ الْخَيْرَ وَإِلَّا فَاسْكُتْ ‏ بہتر بات کہو ورنہ چپ رہو۔

سنجیدہ اور متین گفتگو یا بات وہ ہے جس میں کہنے والے کا بھی فائدہ ہو اور سننے والا بھی متأثر ہو، جیسے کسی سے کلمۂ خیر کہنا، دو بھائیوں کے درمیان

صلح صفائی کرانا، کوئی اچھی خبر سنانا، اچھے نام یا لقب سے یاد کرنا، کوئی دینی یا دنیوی فائدہ کی بات کہنا یا ایسا مذاق کرنا جس میں لطافت کے ساتھ ساتھ صداقت کی مٹھاس بھی شامل ہو۔

اچھے نام سے پکارنا :

آدمی جب کسی کو بلاتا ہے یا پکارتا ہے تو وہ نام لے کر پکارتا ہے، وہ کسی کا ذکر کرتا ہے تو کسی نام یا لقب سے ذکر کرتا ہے، عام طور پر لوگ نام بگاڑ کر پکارتے ہیں، کسی سے خفا ہوتے ہیں تو طرح طرح کے نام رکھ کر یا لقب دے کر خطاب کرتے ہیں، اس طرح پکارنے، خطاب کرنے یا بُرے نام کے ساتھ یاد کرنے سے منع کیا گیا ہے، قرآن شریف میں آیا ہے :

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔۔۔ اور ناموں کو مت بگاڑو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے بعض بُرے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل فرمایا، اور اسی اچھے نام سے ہمیشہ پکارتے تھے، اس لیے کہ اچھے نام، بہتر لقب، اور لفظ کا اثر زبان پر خوش گوار پڑتا ہے، اور بُرے نام، لقب، خطاب کا اثر زبان پر بُرا پڑتا ہے۔

بعض لوگ اپنے بچوں، اور بچیوں کا نام فلمی شخصیتوں، ایکٹروں اور ایکٹرسوں مشرکوں، اور خدا بیزار لوگوں کے ناموں پر رکھتے ہیں، یا مہمل اور لغو الفاظ و خطاب سے یاد کرتے ہیں، ایسے ناموں، خطابوں کا رکھنا غیر اسلامی بھی ہے اور مضر بھی ان ناموں سے دل و دماغ پر ایمان کے اثرات پڑنے کے بجائے شخصیات کی

محبت والفت کی چھاپ پڑتی ہے، اور جتنی بار اپنی زبان سے ان ناموں، خطابوں کو لیا جائے گا، غیر شعوری طور پر بچوں کے معصوم دل و دماغ پر ان شخصیات کی محبت کے نقوش ثبت ہوں گے، جو ایک باحیا مسلمان اور غیور، صاحب ایمان کے لیے کسی طرح روا نہیں، ایمان وحیا کا تقاضہ ہے کہ بچوں کے نام اسلاف کے ناموں پہ رکھے جائیں، خواہ وہ صحابہ کرامؓ ہوں، انبیاء کرامؑ ہوں، اولیاء عظام ہوں یا عام اہل ایمان واسلام ہوں، ان مبارک ناموں کو جتنی بار زبان سے لیا جائے گا، ایمان وحیا، یقین وتوکل، غیرت وحمیّت، بلند کرداری، حوصلہ مندی شجاعت ومردانگی کے جذبات پیدا ہوں گے، اب خود سوچیے، ابراہیم، اسماعیل اسحاق، الیاس، یوسف، احمد، محمد، محمود، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، جعفر جیسے ناموں سے بچوں پر کیا اثر پڑیں گے اور جو لوگ باربار اپنی زبانوں سے اُن کو پکاریں گے، ان کا ذہن کن اوصاف کی طرف جائے گا، اسی طرح بچیوں کے ناموں میں عائشہ، مریم، فاطمہ، زینب، ام ہانی، زبیدہ، صفیہ، صالحہ، خدیجہ، رقیہ، زہرا، امۃ اللہ، امۃ الرحمٰن، ہاجرہ یا ان جیسے دوسرے مبارک نام کے رکھنے، ان کے پکارنے والوں کے ذہن و دماغ پر کیا اثرات پڑیں گے، اور جن کے نام رکھے جائیں گے، وہ سُن سُن کر کیا اثرات قبول کریں گے؟ اس کے برخلاف بُرے ناموں کے اثرات کتنے مضر پڑتے ہیں، جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اچھی بات

کوئی بھی کلمہ جو زبان سے نکلتا ہے وہ یا اچھا ہوتا ہے یا بُرا، اچھے کلمہ

کا اثر خوشگوار پڑتا ہے اور بُرے کلمہ کا اثر بُرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

"آگ سے بچو اگرچہ ایک کھجور کا ٹکڑا ہی دے کر، اور اگر وہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات ہی کہو۔" (بخاری و مسلم)

دوسری جگہ ارشاد ہے :

"اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

انداز گفتگو

گفتگو کرنے کا اچھا اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو بات کہے واضح کہے صحیح اور سچی کہے، اور اس طرح کہے کہ سننے والا الجھن میں مبتلا نہ ہو، اور اس پر خوشگوار اثر پڑے۔ ہمارے آپ کے آقا و سردار نبی الرحمۃ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اور چیزوں کی تعلیم اپنے قول مبارک اور عمل مبارک سے دی ہے وہیں گفتگو کے سلسلہ میں بھی تعلیم دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات فرماتے تھے تو تین مرتبہ دہراتے تھے، تاکہ لوگ سمجھ لیں اور جب لوگوں کے پاس سے گذر ہوتا تو ان کو تین مرتبہ سلام کرتے تھے۔ (بخاری)

دوسری جگہ آپ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ٹھہر ٹھہر کر اور کھول کر بیان فرماتے تھے کہ جو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔" (ابوداؤد)

یہی وہ طریقہ ہے جس کو اپنانے سے بولنے والا بھی اپنی بات کا اثر پیدا کر سکتا ہے اور سننے والا متاثر ہو سکتا ہے۔

مزاح

مزاح اس کو کہتے ہیں کہ اس کو سن کر سننے والا ہنسے اور لطف لے، مزاح میں کوئی حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ اس میں کسی پر چوٹ نہ ہو، نہ کسی کی ذلت ہو، سچا مذاق کرنا جس میں لطافت کے ساتھ تہذیب و شائستگی بھی ہو اور وقار بھی، وہ گفتگو کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مذاق اور مزاح کا ثبوت ملتا ہے جو سننے والے کے لیے مفید بھی ہوتا تھا، اور مجلس کو زعفران زار کر دیتا تھا، آج کل کا مذاق، مذاق نہیں ہوتا، دوسرے کو ذلیل کرنے کا ذریعہ اور تمسخر کا روپ لیے ہوتا ہے، مہذب لوگوں کی نگاہیں جھک جاتی ہیں اور مذاق کرنے والے کا دماغ بھی بگڑ جاتا ہے، چاہے وہ نثر میں ہو یا شعر میں، جملہ بازی کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے، ایسے جملے اور چٹکلے چھوڑنا جس میں کسی ذات کی طرف اشارہ نہ ہو، نہ کسی پہ جملہ بازی ہو، نہ جھوٹ ہو، تو وہ گفتگو کو حلاوت و لطافت بخشتے ہیں۔

جھوٹا مذاق بعض دفعہ بڑی مصیبت لاتا ہے اور لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں، گڈریے کا قصہ مشہور ہے کہ روز پکارتا تھا کہ بھیڑیا آگیا، لوگو دوڑو، لوگ دوڑے، وہ ہنس دیتا، لوگ خفیف ہو کر واپس ہو جاتے، ایک دن سچ مچ بھیڑیا آگیا، اس گڈریے نے پھر آواز لگائی، لوگو! دوڑو، بھیڑیا آیا، لوگ اس کو جھوٹا

سمجھ کر اس مرتبہ نہیں دوڑے، بھیڑیا آگیا، بکریوں، بھیڑوں کو کھانے لگا، اور کوئی بچانے نہ آیا۔

تقریر وخطابت

تقریر وخطابت بھی ایک پیشہ بن گیا ہے، اس سے دولت کمائی جاتی ہے اور عزت وسربلندی حاصل کی جاتی ہے، لمبی لمبی تقریریں کی جاتی ہیں، الفاظ وکلمات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے، اور گھنٹوں بولا جاتا ہے، نشیب وفراز اتنے آتے ہیں کہ حاضرین تقریر کے زیر وبم اور خطابت کے پرشکوہ الفاظ میں گم ہو جاتے ہیں، اور کئی کئی مقررین کی تقریریں سنتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں، جیسے مشاعروں میں شعراء کا مقابلہ ہوتا ہے، اور واہ واہ اور خوب خوب کہہ کر پانی پھیر دیتے ہیں، تقریر وہ ہے جس میں بات نپی تلی کہی جائے، سچی کہی جائے، اور حکمت وموعظت سے کہی جائے، اتنی طویل کہ جس سے سننے والے اکتاہٹ محسوس کریں، اتنی تیز اور غضبناک طریقے سے بولنا، جس سے لوگوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو، نہایت غلط، اور زبان پر ظلم عظیم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ، بزرگان دین کے خطبے اور تقریریں نہایت مختصر، مؤثر اور دلکش ہوتی تھیں، وہ چند منٹ بولتے تھے، مگر دریا کو کوزہ میں بھر دیتے تھے، سننے والا رونے لگتا تھا، اور دل ودماغ کی دنیا بدل جاتی تھی، کافر مسلمان ہو جاتا تھا، اور مسلمان صاحب ایمان بن جاتا تھا، چھوٹے چھوٹے جملے دل میں گھر کر جانے والے الفاظ ہوتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ

کرائم کا کیا ذکر، ان کا مقابلہ کون کرے گا، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ، اور دوسرے بزرگوں کی تقریروں کو سنیئے کہ ہزاروں کا مجمع مرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگتا تھا، اور کتنوں کے جنازے نکل پڑتے تھے، اور ڈاکو تک پارسا بن جاتے تھے۔

اس لیے ہم کو بھی چاہیے کہ تقریروں میں ان باتوں کا لحاظ رکھیں، پہلے خود عمل کریں، بات دلنشیں انداز میں کہیں، اکتا دینے والی تقریر سے بچیں، وہ تقریریں کریں جس کو سن کر سامعین لطف کے ساتھ اثر قبول کریں، اور بوجھ و تکدر لیکر نہ اٹھیں، نہ بے عملی کا شکار ہوں، بلکہ ہر سننے والا یہ کہہ کر جلسہ سے اٹھے ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے